میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی
کا مصداق ہوں

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں

(تقریر فرمودہ ۱۲؍ مارچ ۱۹۴۴ء بمقام لاہور)

تشہّد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:-

سورہ فاتحہ بھی ایک دعا ہے مگر قرآن کریم نے ہمیں کچھ اور دعائیں بھی سکھائی ہیں۔ چونکہ خدائے عز و جل کی تمام برکات اُس کے بندوں کے عجز اور اُن کی اِنابت اور اِنکسار کے نتیجہ میں ظاہر ہوتی ہیں اس لئے مَیں وہ دعائیں پڑھتا ہوں ہماری جماعت کے احباب بھی میرے ساتھ ان دعاؤں میں شریک ہوں اور خدا تعالیٰ کے حضور عجز و انکسار سے آمین کہیں۔

۱۔ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ [1]

۲۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا [2]

۳۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ [3]

۴۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ [4]

۵۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ [5]

۶۔ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ۔

۷۔ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۔

۸۔ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۔[۶]

۹۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِيْٓ أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۔[۷]

۱۰۔ رَبَّنَآ إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْإِيْمَانِ أَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ ۔[۸]

۱۱۔ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۔[۹]

۱۲۔ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۔

یہ وہ دعائیں ہیں جو پہلے انبیاء کی اُمتوں نے قرآن کریم کے فرمان کے مطابق کی ہیں یا ہماری اُمت کو اللہ تعالیٰ نے سکھائی ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت ہمیشہ یہ دعائیں اُس سے مانگتے رہتے تھے چونکہ اَب میں ایک ایسی پیشگوئی کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اسلام کی صداقت کا ایک زندہ نشان ہے اس لئے قرآن کریم کے الفاظ میں ہی وہ اقرار خدا تعالیٰ کے حضور کرتا ہوں جو إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْإِيْمَانِ کے جواب میں مسلمانوں کے منہ سے قرآن کریم میں دُہرایا گیا ہے۔ دوست بھی آہستہ آہستہ میرے ساتھ وہ الفاظ کہیں تا کہ ہم سب کی طرف سے خدا تعالیٰ کے حضور یہ اقرار ہو جائے کہ ہم اُس کے کلام پر ایمان لائے اور ہم اپنی زندگیاں اُس کے احکام کے مطابق بنانے کے لئے تیار ہیں۔

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَآ أُنْزِلَ إِلٰٓى إِبْرٰهِيْمَ وَإِسْمٰعِيْلَ وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَآ أُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ أُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۔[۱۰]

برادران! اللہ تعالیٰ کے حضور ہندو، عیسائی، سکھ اور مسلمان سارے ہی اُس کی مخلوق ہونے کی حیثیت سے ایک جیسے ہیں اور وہ سب کا خیر خواہ اور سب سے ہی محبت کرنے والا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ کچھ لوگ تو اُس کی باتوں کو سن کر اُس کی رحیمیت والے احسان کو قبول کر لیتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو صرف خدا تعالیٰ کی رحمانیت والے احسان کو (یعنی اللہ تعالیٰ کے اُس احسان کو جو بغیر محنت کے نازل ہوتا ہے) حاصل کرتے ہیں۔ محنت اور کوشش والے انعام کو حاصل کرنے کی جدوجہد نہیں کرتے مگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو اُن کی اِس غفلت کی وجہ سے چھوڑ نہیں دیتا بلکہ جب کبھی اُن کے دل اُس سے پھر جاتے ہیں، جب کبھی غفلت اور تاریکی دنیا میں چھا جاتی ہے، جب کبھی لوگوں میں جہالت، دین سے بُعد اور خدا تعالیٰ سے منافرت پیدا ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ اپنے مأموروں کو مبعوث فرماتا ہے تاکہ وہ لوگوں کے دلوں کو صاف کریں۔ اُن کو خدا تعالیٰ کی طرف واپس لائیں، نیکی اور تقویٰ دنیا میں قائم کریں اور خدا تعالیٰ کی بادشاہت اِسی طرح اِس زمین پر آ جائے جس طرح وہ آسمان پر ہے۔ ایسے ہی لوگوں میں سے بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ تھے اور جس طرح خدا تعالیٰ کی سنت ہے کہ ہمیشہ اُس کی طرف سے آنے والے لوگ ادنیٰ حالت سے ترقی کیا کرتے ہیں، ویسی ہی حالت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی تھی۔

اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہمارا خاندان بادشاہوں کی نسل میں سے ہے۔ چنانچہ ہمارے خاندان کا مورثِ اعلیٰ مرزا ہادی بیگ صاحب حاجی برلاس کی اولاد میں سے تھے جو امیر تیمور کے چچا تھے اور جو لوگ تاریخ سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ علاقہ کش کے اصل بادشاہ حاجی برلاس ہی تھے، تیمور نے حملہ کر کے اِن کے علاقہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ اِسی وجہ سے ہمارے خاندان کے افراد جاہلیت کے زمانہ میں جبکہ احمدیت ابھی ظاہر نہیں ہوئی تھی اور جبکہ قرآنی تعلیم اِن کے دلوں میں راسخ نہیں ہوئی تھی، تیموری نسل کی لڑکیاں تو لے لیتے تھے مگر تیموری نسل کے مغلوں کو اپنی لڑکیاں نہیں دیتے تھے کیونکہ وہ اُن کو اپنے مقابلہ میں ادنیٰ سمجھتے تھے۔ لیکن بہرحال جہاں تک ظاہری وجاہت کا سوال ہے وہ قریباً قریباً تباہ اور برباد ہو چکی تھی۔ مغلیہ سلطنت کے مٹنے کے بعد جب سکھوں کا دَور شروع ہوا تو اُس وقت ہماری تمام ریاست سکھوں کے قبضہ میں چلی گئی۔ اِس کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب نے ہمارے پانچ گاؤں واگزار کر دیئے۔ مگر جب

انگریزی حکومت کا دَور شروع ہوا تو اُس وقت پھر ہماری خاندانی ریاست کو صدمہ پہنچا اور ہماری وہ جائداد بھی ضبط کر لی گئی جو کسی قدر باقی رہ گئی تھی۔ یہ ہمارے خاندان کی حالت تھی جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا کے سامنے اپنا دعویٰ پیش فرمایا۔ اگر ہماری یہ ریاست اپنی پہلی حالت میں قائم ہوتی تب بھی ایک چھوٹی سی ریاست ہوتی اور اتنی چھوٹی ریاست کو بھلا پوچھتا ہی کون ہے۔ مگر خدا تعالیٰ نے اتنی ریاست بھی پسند نہ کی تا کہ اُس کی صفات پر کوئی دھبہ نہ آئے اور لوگ یہ نہ کہیں کہ سابقہ عزت کی وجہ سے انہیں ترقی حاصل ہوئی ہے۔ ہمارے دادا کو بڑا فکر رہتا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو کسی ایسے کام پر لگا دیں جس سے وہ اپنا گزارہ آسانی کے ساتھ کر سکے۔ مہاراجہ کپورتھلہ کے شاہی خاندان سے بھی ہمارے خاندان کے چونکہ پُرانے تعلقات ہیں اِس لئے انہوں نے کوشش کر کے بانی سلسلہ احمدیہ کے لئے وہاں ایک معزز عُہدہ تلاش کر لیا۔ چنانچہ اِن کے لئے انسپکٹر جنرل آف ایجوکیشن کے عُہدہ کی منظوری آ گئی۔ قادیان کے قریب ہی ایک گاؤں ہے وہاں ایک سکھ صاحب رہا کرتے تھے جو اکثر ہمارے دادا کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ انہوں نے خود سنایا کہ مَیں اور میرا بھائی اکثر بڑے مرزا صاحب سے ملنے کے لئے آجایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ہم دونوں اِن سے ملنے کے لئے گئے تو وہ کہنے لگے کہ مرزا غلام احمد کو دنیا کی طرف کوئی توجہ نہیں میں حیران ہوں کہ میرے مرنے کے بعد اِس کا کیا حال ہوگا۔ میں نے اِس کے متعلق کپورتھلہ میں کوشش کی تھی جس کے نتیجہ میں وہاں سے آرڈر آ گیا ہے کہ اِسے ریاست کا افسر تعلیم مقرر کیا جاتا ہے۔ میں اگر اسے کہوں تو شاید مجھے جواب نہ دے تم دونوں اِس کے ہم عمر ہو تم اِس کے پاس جاؤ اور کہو کہ وہ اِس عُہدہ کو قبول کر لے۔ وہ سناتے ہیں کہ ہم دونوں بھائی اِن کے پاس گئے اور انہیں کہا کہ مبارک ہو ریاست کپورتھلہ کی طرف سے چٹھی آئی ہے کہ آپ وہاں کے افسر تعلیم مقرر کئے گئے ہیں۔ آپ کے والد صاحب کی خواہش ہے کہ آپ یہ نوکری اختیار کر لیں اور ریاست کپورتھلہ میں چلے جائیں۔ وہ کہتے ہیں جس وقت ہم نے یہ بات کہی اُنہوں نے ایک آہ کھینچی اور کہا **والد صاحب تو خواہ مخواہ فکر کرتے ہیں مَیں نے تو جس کا نوکر ہونا تھا ہو گیا اَب مَیں کسی اور کی نوکری کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔** وہ کہتے ہیں ہم دونوں واپس آ گئے اور آپ کے دادا صاحب کو کہا کہ

وہ تو کہتے ہیں کہ والد صاحب یونہی بے فائدہ فکر کر رہے ہیں میں نے تو جس کی نوکری کرنی تھی کر لی اَب مَیں کسی اور کی نوکری کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ اِس پر وہ کہتے ہیں کہ آپ کے دادا صاحب نے کہا اگر اِس نے یہ کہا ہے تو خیر رہنے دو وہ جھوٹ نہیں بولا کرتا۔

پھر جب آپ بڑے ہوئے تو اُس وقت بھی ساری جائداد آپ کے بھائی کے قبضہ میں رہی۔ آپ نے اُس میں سے اپنا حصہ نہ لیا۔ جائداد خدا تعالیٰ کے فضل سے کافی تھی بلکہ اَب تک اِس قدر جائداد ہے کہ باوجود اِس کے کہ ایک لمبے عرصے تک ہم اِس کو بیچ کر کھاتے رہے ہیں، پھر بھی وہ لاکھوں روپیہ کی موجود ہے۔ غرض جائداد تھی مگر وہ سب ہمارے تایا صاحب کے قبضہ میں تھی۔ بانی سلسلہ احمدیہ اِس جائداد میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے تھے۔ جب ہمارے تایا صاحب فوت ہو گئے تو آپ نے پھر بھی جائداد نہ لی اور وہ تائی صاحبہ کے پاس چلی گئی۔ آپ کو کھانا ہماری تائی صاحبہ ہی بھجواتی تھیں اور چونکہ وہ آپ کی شدید مخالف تھیں اِدھر آپ بہت بڑے مہمان نواز تھے اِس لئے بسا اوقات جب آپ ہماری تائی صاحبہ کو کہلا بھیجتے کہ آج ایک مہمان آیا ہوا ہے اُس کے لئے بھی کھانا بھجوا دیا جائے تو وہ صرف آپ کا کھانا بھجوا دیتیں اور مہمان کے لئے کوئی کھانا نہ بھجواتیں۔ اِس پر ہمیشہ آپ اپنا کھانا مہمان کو کھلا دیتے اور خود چنوں پر گزارہ کر لیتے۔

اُس زمانہ کے آدمی سنایا کرتے ہیں کہ جب بھی کوئی مہمان آپ کے پاس آتا آپ چُپ کر کے اپنا کھانا مہمان کے سامنے رکھ دیتے اور خود بھوکے رہتے یا چنوں وغیرہ پر گزارہ کر لیتے۔ ایک شخص نے سنایا کہ میں ایک دفعہ قریباً چالیس دن تک آپ کا مہمان رہا۔ آپ با قاعدہ صبح و شام اندر سے جو کھانا آتا وہ مجھے کھلا دیتے اور آپ دانے چبا کر گزراہ کر لیتے۔ آپ خود فرماتے ہیں۔

لُفَاظَاتُ الْمَوَائِدِ کَانَ اُکُلِیْ
وَصِرْتُ الْیَوْمَ مِطْعَامَ الْاَھَالِیْ [۱]

کہ اے لوگو! تم کو یاد نہیں ایک دن میرا یہ حال تھا کہ دسترخوانوں کے بچے ہوئے ٹکڑے میرے کھانے میں آیا کرتے تھے یعنی دوسروں کے رحم و کرم پر میرا گزارہ تھا لیکن آج یہ حال ہے کہ

میرے ذریعہ سے کئی خاندان پرورش پا رہے ہیں۔

ایسی حالت میں آپ کو خبر دی گئی کہ اسلام کی خدمت کے لئے خدا تعالیٰ نے آپ کو چُن لیا ہے۔ جس وقت یہ آواز آپ کے کان میں پڑی آپ کی حالت یہ تھی کہ اور لوگ تو الگ رہے خود قادیان کے لوگ بھی آپ کو نہیں جانتے تھے۔ میں نے خود قادیان کے کئی باشندوں سے سُنا ہے کہ ہم سمجھتے تھے بڑے مرزا صاحب کا ایک ہی بیٹا ہے دوسرے کا ہمیں علم نہیں تھا۔ آپ اکثر مسجد کے حجرے میں بیٹھے رہتے اور دن رات اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہتے۔ اُس وقت خدا تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا کہ وہ آپ کو بہت بڑی برکت دے گا اور آپ کا نام عزت کے ساتھ دنیا کے کناروں تک پھیلائے گا۔ یہ الہام بھی ایک عجیب موقع پر ہوا۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو اہلحدیث کے ایک مشہور لیڈر تھے جب وہ نئے نئے مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی سے پڑھ کر آئے تو اُس وقت حنفیوں کا بہت زور تھا اور اہلحدیث کم تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب جب تعلیم سے فارغ ہو کر بٹالہ میں آئے تو ایک شور مچ گیا کہ یہ مولوی لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کرنا چاہتا ہے۔ اتفاقاً اُنہی دنوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اپنے کسی کام کے لئے بٹالہ تشریف لے گئے۔ لوگوں نے زور دیا کہ آپ چلیں اور مولوی محمد حسین صاحب سے بحث کریں کیونکہ وہ بزرگوں کی ہتک کرتا ہے اور اسلام پر تبر چلا رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اُن کے ساتھ جامع مسجد میں چلے گئے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی وہیں موجود تھے۔ آپ نے اُن سے کہا کہ مولوی صاحب! مجھے معلوم نہیں آپ کے کیا عقائد ہیں۔ پہلے آپ اپنے عقائد بیان کریں اگر وہ غلط ہوئے تو میں اِن کی تردید کروں گا اور اگر صحیح ہوئے تو اُنہیں تسلیم کر لوں گا۔ مولوی محمد حسین صاحب نے کھڑے ہو کر ایک مختصر تقریر کی جس میں بیان کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ پر، قرآن کریم پر اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں۔ قرآن چونکہ خدا تعالیٰ کا ایک یقینی اور قطعی کلام ہے اِس لئے ہم اِسے سب سے مقدم قرار دیتے ہیں اور جو کچھ قرآن میں لکھا ہے اِسے مانتے ہیں۔ دوسرے نمبر پر ہم سمجھتے ہیں کہ جو کچھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ہمارے لئے قابل عمل ہے اور اگر کوئی حدیث قرآن کے مخالف ہو تو اِس صورت میں ہم قرآن کریم کے بیان کو ترجیح دیتے ہیں اور اگر کوئی بات ہمیں قرآن اور

حدیث دونوں میں نظر نہ آئے تو پھر قرآن اور حدیث کی روشنی میں جو کچھ ہمیں سمجھ آئے اِس پر ہم عمل کرتے ہیں۔ جب انہوں نے یہ تقریر کی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سن کر فرمایا یہ تو بالکل ٹھیک باتیں ہیں اِن میں سے کسی کی تردید کی ضرورت نہیں۔

وہ ہزاروں آدمی جو آپ کو اپنے ساتھ لے کر گئے تھے اُن سب نے کھڑے ہو کر آپ کو گالیاں دینی شروع کر دیں اور بُرا بھلا کہنے لگے کہ تم ڈرپوک ہو، بزدل ہو، ہار گئے ہو۔ غرض آپ پر خوب نعرے کسے گئے۔ آپ گئے تھے ہزاروں کے ہجوم میں اور نکلے ایسی حالت میں جبکہ لوگ آپ کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے۔ گئے تھے ایسی حالت میں کہ لوگ سُبْحَانَ اللّٰہِ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہتے جا رہے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ ہم اسلام کا ایک پہلوان اپنے ساتھ لئے جا رہے ہیں مگر نکلے ایسی حالت میں کہ لوگ آپ کو ایک بھگوڑا قرار دے رہے تھے اور آپ کے خلاف نعرے کس رہے تھے۔ مگر آپ نے اِن باتوں کی کوئی پرواہ نہ کی اور وہاں سے واپس چل پڑے۔ اُسی رات آپ پر الہام نازل ہوا کہ:۔

''تیرا خدا تیرے اِس فعل سے راضی ہوا اور وہ تجھے بہت برکت دے گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔''[۱۲]

غرض آپ پر یہ الہام ہوا اور آپ نے اُسی وقت اِس الہام کو دنیا میں شائع کر دیا۔ تب دنیا میں چاروں طرف سے آپ کے خلاف آوازیں اُٹھنی شروع ہو گئیں۔ بعضوں نے کہا مکّار ہے اور اس ذریعہ سے اپنی عزت بڑھانا چاہتا ہے، بعضوں نے کہا یہ شخص یونہی اسلام کی تائید کر رہا ہے ورنہ درحقیقت اسلام میں سچائی پائی ہی نہیں جاتی۔ غرض جو لوگ اسلام کے قائل تھے انہوں نے بھی اور جو لوگ اسلام کے قائل نہیں تھے انہوں نے بھی ہر رنگ میں آپ کی تضحیک شروع کر دی۔ اُس وقت خصوصیت سے پنڈت لیکھرام نے شور مچایا کہ یہ جو معجزات دکھانے کے دعوے کئے جا رہے ہیں سب غلط اور بے بنیاد ہیں۔ اگر اسلام سچا ہے، اگر قرآن سچا ہے اور اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے سچے رسول ہیں تو ہمیں کوئی نشان دکھایا جائے۔ اِسی طرح ایک منشی اندرمن صاحب مراد آباد کے رہنے والے تھے انہوں نے بھی شور مچایا کہ یہ نشان نمائی کے دعوے سب غلط ہیں اگر اسلام کی صداقت میں نشان دکھایا جا سکتا ہے تو ہمیں

نشان دکھایا جائے۔ اِسی طرح قادیان کے ہندوؤں نے بھی یہ مطالبہ کیا اور مسلمانوں میں سے بہت سے لوگ اِن کے ہمنوا ہو گئے۔ چنانچہ انہی میں سے لدھیانہ کا ایک خاندان ہے جو اپنی مخالفت پر ہمیشہ فخر کیا کرتا ہے اُس کے خیال میں اُس کا یہ فعل قابلِ فخر ہے مگر ہمارے نزدیک یہ اِس خاندان کی بدقسمتی ہے کہ وہ ابتدا سے جماعت احمدیہ کی مخالفت کر رہا ہے۔

بہرحال جب اِن لوگوں نے بہت شور مچایا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ اے خدا! میرے ہاتھ پر اسلام کی تائید میں کوئی ایسا نشان دکھا جسے دیکھنے کے بعد ہر شخص یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو کہ ایسا نشان انسانی تدبیر اور کوشش سے ظاہر نہیں ہو سکتا۔ مزید برآں یہ نشان ایسا ہو جو رسول کریم ﷺ اور قرآن کریم کی حقانیت کو روشن کرے اور خدا کا جلال دنیا میں ظاہر ہو۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ آپ ہوشیار پور جائیں اور وہاں اِس مقصد کے لئے دعا کریں۔ اِس پر آپ صرف تین آدمیوں کے ساتھ ہوشیار پور تشریف لے گئے۔ اِن میں سے ایک کھانا پکاتا تھا، ایک سَودا لاتا تھا اور ایک دروازے پر بیٹھا رہتا تھا تا کہ کوئی شخص آپ سے ملنے کے لئے اندر نہ جائے۔ وہاں ایک مکان میں جو اُن دنوں شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور کا طویلہ کہلاتا تھا آپ فروکش ہوئے۔

اَب یہ مکان ایک معزز ہندو دوست سیٹھ ہر کشن داس صاحب کی ملکیت میں ہے۔ سیٹھ صاحب بڑے بھاری تاجر ہیں۔ اِن کی چین میں بھی تجارت ہے اور بعض دوسرے ممالک میں بھی، اِن کے چائے کے باغات بھی ہیں۔ غرض اس کے بالا خانہ پر بیٹھ کر آپ چالیس دن مسلسل اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ دعا کرتے رہے کہ اے خدا! اسلام کی شوکت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کے اظہار کے لئے مجھے کوئی ایسا نشان دے جو لوگوں کے لئے ناقابلِ انکار ہو اور جس کو دیکھ کر وہی لوگ انکار کر سکیں جو ضد کی وجہ سے ہدایت سے محروم رہتے ہیں۔ چنانچہ اُس وقت آپ پر وہ الہامات نازل ہوئے جو ۲۰؍ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں درج ہیں۔ جس وقت آپ نے یہ اعلان کیا اُس وقت آپ کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا نہ تھا، جبکہ جماعت احمدیہ کا وجود بھی ابھی تک قائم نہیں ہوا تھا۔ یہ اشتہار ۱۸۸۶ء کا ہے اور آپ نے لوگوں سے بیعت اِس اشتہار کے تین سال بعد ۱۸۸۹ء میں لی ہے۔ گویا بیعت سے تین سال

پہلے ۱۸۸۶ء میں خدا تعالیٰ نے آپ کو یہ خبر دی کہ تمہارے ہاں ایک بیٹا ہوگا اور وہ یہ یہ صفات اور کمالات اپنے اندر رکھتا ہوگا جیسا کہ میں ابھی اُن کا کسی قدر تفصیل سے ذکر کروں گا۔ بہرحال آپ نے یہ پیشگوئی اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت شائع فرمادی اور دنیا میں اعلان فرمادیا کہ میرے ہاں ایک ایسا لڑکا پیدا ہونے والا ہے جو دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا اور اسلام کے عروج کا باعث ہوگا۔ جب آپ نے یہ پیشگوئی شائع فرمائی لوگوں نے شور مچادیا کہ بیٹا ہونا کونسی بڑی بات ہے ہمیشہ لوگوں کے ہاں بیٹے پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں۔ حالانکہ یاد رکھنا چاہئے کہ جب آپ کو یہ الہام ہوا اُس وقت آپ کی عمر ۵۲ سال کی تھی اور اُس وقت آپ نے یہ بھی شائع فرمادیا تھا کہ میری اور بھی بہت سی اولاد ہوگی جن میں سے کچھ زندہ رہیں گے اور کچھ بچپن میں فوت ہو جائیں گے اور یہ بھی پیشگوئی کی تھی کہ چار لڑکوں کا میرے ہاں پیدا ہونا ضروری ہے۔ غرض آپ نے یہ پیشگوئی اُس وقت کی جب آپ کی عمر ۵۲ سال کی تھی اور ۵۲ سال کی عمر میں خاصی تعداد ایسے لوگوں کی ہوتی ہے جن کی آئندہ اولاد ہونی بند ہو جاتی ہے لیکن اگر اولاد ہو بھی تو کون کہہ سکتا ہے کہ میرے ہاں بیٹے پیدا ہوں گے۔ یا اگر بیٹے ہوں تو کون کہہ سکتا ہے کہ وہ زندہ رہیں گے۔ اور اگر بعض بیٹے زندہ بھی رہیں تو کون کہہ سکتا ہے کہ وہ چار ضرور ہوں گے۔ غرض کوئی شخص اپنی طرف سے ایسی بات نہیں کہہ سکتا جب تک خدا اُسے خبر نہ دے۔ بہرحال لوگوں نے اعتراض کیا کہ بیٹا ہونا کونسی بڑی بات ہے لوگوں کے ہاں ہمیشہ بیٹے پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں اور کبھی کسی نے اِس کو نشان قرار نہیں دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب دیا کہ اوّل تو میری عمر اِس وقت بڑھاپے کی ہے۔ جوانی میں بھی انسان کی زندگی کا اعتبار نہیں ہوتا مگر بڑھاپے میں تو ایک دن کے لئے بھی انسان وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ زندہ رہے گا کجا یہ کہ وہ اِس قدر لمبا عرصہ رہے کہ اُس کے ہاں چار بیٹے پیدا ہو جائیں۔

پھر اصل سوال یہ نہیں کہ اِس عمر میں بچے پیدا ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ بعض دفعہ سَو سال کی عمر میں بھی انسان کے ہاں بچہ پیدا ہو جاتا ہے لیکن کیا اِس شان کا بیٹا بھی اتفاقی طور پر پیدا ہو سکتا ہے جس شان کا بیٹا پیدا ہونے کی مَیں خبر دے رہا ہوں۔ کیا یہ میرے اختیار کی بات ہے کہ میں بیٹا پیدا کروں اور وہ بیٹا بھی ایسا جو دنیا کے کناروں تک شہرت پائے اور خدا تعالیٰ کا کلام اُس پر

نازل ہو۔ اگر ایسی پیشگوئی کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی طرف سے بنالی تو ماننا پڑے گا کہ مرزا صاحب نَعُوْذُ بِاللّٰہِ خدا ہیں کیونکہ باتیں آپ نے وہ کہیں جو خدا تعالیٰ کے سِوا اور کوئی نہیں کہہ سکتا اور اگر وہ خدا نہیں اور اگر مرزا صاحب کو خدا قرار دینا یقیناً شرک ہے، وہ اُس کے بندوں میں سے ایک بندے تھے تو پھر یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ باتیں جو انہوں نے کہیں ناممکن ہے کہ کوئی انسان اپنی طرف سے کہے اور پھر وہ پوری ہوسکیں۔ چنانچہ انہی پیشگوئیوں میں سے ایک پیشگوئی یہ بھی تھی کہ وہ لڑکا تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ اِس کے معنی اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سمجھ میں نہیں آئے مگر اِن الفاظ میں جو بات بیان کی گئی تھی وہ ۱۸۸۹ء میں آ کر پوری ہوگئی۔ پیشگوئی میں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ اُس لڑکے کا نام محمود ہوگا اور چونکہ اُس کا ایک نام بشیر ثانی بھی رکھا گیا تھا اِس لئے میرا پورا نام بشیر الدین محمود احمد رکھا گیا اور خدا تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ وہ جو پیشگوئی میں بتایا گیا تھا کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا یہ اَمر کئی رنگوں میں میرے ذریعہ سے پورا ہوگیا۔ چنانچہ انہی میں سے ایک بات یہ ہے کہ یہ پیشگوئی ۱۸۸۶ء میں شائع کی گئی تھی۔ پس ۱۸۸۶ء ایک، ۱۸۸۷ء دو، اور ۱۸۸۸ء تین اور ۱۸۸۹ء چار ہوئے اور ۱۸۸۹ء ہی وہ سال ہے جس میں میری پیدائش ہوئی۔ پس تین کو چار کرنے والے کا مطلب یہ تھا کہ آج سے چوتھے سال وہ لڑکا تولد ہوگا۔ چنانچہ اِس پیشگوئی کے عین چوتھے سال ۱۲؍ جنوری ۱۸۸۹ء کو میری پیدائش ہوئی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اعلان شائع کیا کہ وہ جو مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بیٹے کی پیدائش کی خبر دی گئی تھی وہ پیدا ہوگیا ہے۔ مگر ابھی اِس بارے میں انکشافِ تام نہیں ہوا کہ یہی وہ لڑکا ہے جس کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ دیا گیا تھا یا وہ کسی اور وقت پیدا ہوگا اور آپ نے تفاؤل کے طور پر میرا نام بشیر اور محمود رکھ دیا۔

پھر تین کو چار کرنے والی پیشگوئی ایک اور رنگ میں بھی میرے ذریعہ سے پوری ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلی بیوی سے مرزا سلطان احمد صاحب اور مرزا فضل احمد صاحب دو بیٹے ہوئے تیسرا بیٹا ہماری والدہ سے بشیر احمد اوّل پیدا ہوا اور چوتھا مَیں پیدا ہوا۔ گویا پیشگوئی میں بتایا یہ گیا تھا کہ وہ چوتھا بیٹا ہوگا اور اپنی پیدائش کے ساتھ تین بیٹوں کو چار کر

دے گا۔

اَب یہ جو پیشگوئی ہے اِس کے دو بہت بڑے اور اہم حصے ہیں۔ پہلا حصہ اِس پیشگوئی کا یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر دی گئی تھی کہ میں تیرے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ اَب خالی بیٹا ہونے سے آپ کا نام دنیا کے کناروں تک نہیں پہنچ سکتا تھا جب تک ایسے کام آپ سے ظاہر نہ ہوتے جن سے ساری دنیا میں آپ مشہور ہو جاتے۔ بعض بڑے بڑے مصنف ہوتے ہیں اور وہ ساری عمر تصنیف و تالیف میں مصروف رہتے ہیں۔ اِس وجہ سے اُن کا نام مشہور ہو جاتا ہے۔ بعض بُرے کام کرتے ہیں اور اِس وجہ سے مشہور ہو جاتے ہیں۔ بعض بڑے بڑے چوروں اور ڈاکوؤں کے نام سے بھی لوگ آشنا ہوتے ہیں لیکن بہرحال اُن کی اچھی یا بُری شہرت ساری دنیا تک نہیں ہوتی کسی ایک علاقہ یا ایک حصہ ملک میں اُن کی شہرت ہوتی ہے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ خبر دی تھی کہ وہ آپ کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچائے گا۔

پس یہ پیشگوئی اِسی صورت میں عظیم الشان پیشگوئی کہلا سکتی تھی جب آپ کی شہرت غیر معمولی حالات میں ہوتی، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا۔ جب میں پیدا ہوا تو اِس کے دو اڑھائی ماہ کے بعد آپ نے لوگوں سے بیعت لی اور اِس طرح سلسلہ احمدیہ کی بنیاد دنیا میں قائم ہوگئی۔

۲۳ ؍ مارچ ۱۸۸۹ء کو ہمارے سلسلہ کی بنیاد پڑی ہے اور اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو حالت تھی وہ اِس سے ظاہر ہے کہ تمام مسلمان آپ کے دشمن تھے۔ اپنے کیا اور بیگانے کیا، رشتہ دار کیا اور غیر رشتہ دار کیا، سب آپ کی مخالفت کرنے لگ گئے یہاں تک کہ گورنمنٹ کی نظروں میں بھی آپ کا دعویٰ کھٹکنے لگا کیونکہ آپ نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ میں مہدی ہوں اور مہدی کے متعلق مسلمانوں میں مشہور تھا کہ وہ کُفّار کا خون بہائے گا۔ پس گورنمنٹ کو شبہ پڑا کہ ایسا نہ ہو اِس کے ذریعہ دنیا میں کوئی فساد پیدا ہو۔ چنانچہ گورنمنٹ کی طرف سے اُس وقت قادیان میں ہمیشہ ایک کانسٹیبل رہتا تھا اور جو شخص بھی آپ سے ملنے کے لئے آتا اُس کا نام نوٹ کر کے وہ گورنمنٹ کو اطلاع دے دیتا اور اگر کبھی کوئی سرکاری افسر

احمدی ہو جاتا تو بالا افسر اُسے اشاروں ہی اشاروں میں سمجھاتے کہ گورنمنٹ کی نظر میں یہ فرقہ اچھا نہیں سمجھا جاتا تمہیں اِس میں شامل ہونے سے اجتناب اختیار کرنا چاہیئے۔ یہ مخالفت آخر بڑھتے بڑھتے اتنی شدید ہوئی کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو بچپن سے آپ کے دوست تھے اور ہمیشہ آپ سے تعلقات رکھتے تھے جنہوں نے براہین احمدیہ پر ایک زبردست ریویو بھی لکھا تھا وہ بھی آپ کے مخالف ہو گئے اور انہوں نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں یہ الفاظ لکھے کہ مَیں نے اِس شخص کو بڑھایا تھا اور اَب مَیں ہی اِس کو گراؤں گا۔[۱۳]

اِسی شہر لاہور کا یہ واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مریض کی عیادت کیلئے سنہری مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور بند گاڑی میں سوار ہوئے۔ اُن دنوں بند گاڑی کو شکرم کہا جاتا تھا۔ جب آپ دہلی دروازہ سے روانہ ہوئے تو وہاں اُن دنوں ایک چبوترہ ہوا کرتا تھا۔ مَیں نے دیکھا کہ اِس چبوترے پر کھڑے ہو کر ایک شخص شور مچا رہا تھا کہ دیکھو! یہ شخص مرتد ہے، کافر ہے، اِس پر پتھر پھینکو گے تو ثواب حاصل ہو گا اور اُس کے اِرد گرد بہت بڑا ہجوم تھا۔ جب گاڑی قریب سے گزری تو لوگ آپ پر لعنتیں ڈالنے لگے اور آوازیں کسنے لگے۔ بعض نے آپ پر پتھر بھی پھینکے اور گالیاں دینی شروع کر دیں۔ میرے لئے بچپن کے لحاظ سے ایک عجیب بات تھی۔ میں نے گاڑی سے اپنا سر باہر نکالا اور مَیں نے دیکھا کہ اُس شخص کے پاس جو یہ شور مچا رہا تھا ایک اور شخص کھڑا تھا اور بڑا سا جُبہ پہنے ہوئے تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ بھی کوئی مولوی ہے مگر اُس کا ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا اور اُس پر زرد زرد ہلدی کی پٹیاں بندھی ہوئی تھیں مَیں نے دیکھا کو وہ بڑے جوش سے اپنے ٹنڈے ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا مرزا نٹھ گیا، مرزا نٹھ گیا۔ گویا وہ اپنے زخمی ہاتھ کو بھی دوسرے ہاتھ پر مار کر یہ سمجھتا تھا کہ وہ ایک ثواب کا کام کر رہا ہے۔

پھر یہیں لاہور میں میلا رام کے منڈوہ[۱۴] میں ۱۹۰۴ء میں آپ کا ایک دفعہ لیکچر ہوا۔ محمود خان صاحب ڈپٹی انسپکٹر پولیس کے والد رحمت اللہ خان صاحب اُن دنوں شہر کے کوتوال تھے انہوں نے پولیس کا بڑا اچھا انتظام کیا مگر پھر بھی چاروں طرف سے اُنہیں اِس قدر فساد کی رپورٹیں پہنچیں کہ انہوں نے چھاؤنی سے گورا سپاہی منگوائے اور آپ کے آگے پیچھے کھڑے کر

دیئے۔ پھر مجھے وہ نظارہ بھی خوب یاد ہے جبکہ قادیان میں جس کا واحد مالک ہمارا خاندان ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بائیکاٹ کیا گیا اور لوگوں کو آپ کے گھر کا کام کرنے سے روکا گیا، چوڑھوں کو کہا گیا کہ وہ صفائی نہ کریں، کمہاروں کو کہا گیا کہ وہ برتن نہ بنائیں، سقّوں کو کہا گیا کہ وہ پانی نہ بھریں، نائیوں کو کہا گیا کہ وہ حجامت نہ بنائیں، قلعی گروں کو کہا گیا کہ وہ آپ کے برتنوں پر قلعی نہ کریں۔ غرض نہ کوئی صفائی کرتا، نہ کوئی قلعی کرتا بڑی مصیبت سے اِرد گرد کے گاؤں والوں سے اِن ضروریات کو پورا کیا جاتا۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دروازے پر آپ کی مسجد کے سامنے دیوار کھینچ دی گئی تاکہ کوئی شخص اِس میں نماز پڑھنے کے لئے نہ آسکے۔

اِسی طرح آپ پر مختلف قسم کے مقدمات دائر کئے گئے اور بڑوں اور چھوٹوں سب نے مل کر چاہا کہ آپ کو مٹا دیا جائے۔ یہاں تک کہ ایک پادری نے آپ پر اقدامِ قتل کا نہایت جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا اور ایک شخص کو پیش کیا جو کہتا تھا کہ مجھے مرزا صاحب نے اِس پادری کو قتل کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ آخر اِسی شخص نے عدالت کے سامنے اقرار کیا کہ مجھے جھوٹ سکھایا گیا تھا تاکہ کسی طرح مرزا صاحب سزایاب ہوں ورنہ وہ اِس الزام سے بالکل بَری ہیں۔ کرنل ڈگلس جو ضلع گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر تھے اُن کے سامنے ہی مقدمہ پیش ہوا اور باوجود اِس کے کہ یہ مقدمہ عیسائیوں کی طرف سے تھا اور اِس بناء پر تھا کہ مرزا صاحب اسلام کی تائید کرتے اور عیسائیوں کو دجّال قرار دیتے ہیں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی عیسائیوں کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف گواہی دینے کے لئے عدالت میں پیش ہوئے۔ یہ وہی شخص تھے جنہوں نے کہا تھا کہ میں نے ہی مرزا صاحب کو بڑھایا تھا اور اَب میں ہی انہیں گراؤں گا۔

مسٹر ڈگلس جن کے سامنے یہ کیس پیش ہوا (اور جو ۲۵؍فروری ۱۹۵۷ء کو لنڈن میں وفات پاگئے ہیں) پہلے ایسے متعصب عیسائی تھے کہ جب وہ گورداسپور آئے تو انہوں نے آتے ہی اِس بات پر اظہارِ تعجب کیا کہ ابھی تک اِس شخص کو کیوں گرفتار نہیں کیا گیا جو اپنے آپ کو مسیح موعود کہتا ہے۔ لیکن جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بٹالہ میں اُن کے سامنے پیش ہوئے تو

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھتے ہی اُن کی طبیعت پر ایسا اثر پڑا کہ اُنہیں یقین ہو گیا کہ یہ شخص مجرم نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ مسٹر ڈگلس ڈپٹی کمشنر نے ڈائس پر اپنے پہلو میں کرسی بچھوائی اور اُس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تشریف رکھنے کے لئے کہا۔ یہ وہی دن تھا جب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی شہادت تھی وہ اِس امید پر آئے تھے کہ مرزا صاحب کو ہتھکڑی لگی ہوئی ہوگی اور وہ ملزموں کے کٹہرے میں کھڑے ہوں گے۔ مگر جب وہ اندر آئے تو انہوں نے دیکھا کہ مدعی اور اُس کے ساتھی تو باہر کھڑے ہیں اور ملزم کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر اُن کو آگ لگ گئی اور اُنہوں نے ڈپٹی کمشنر سے کہا کہ میرے لئے بھی کرسی کا انتظام کیا جائے۔ ڈپٹی کمشنر نے جواب دیا کہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ کو کیوں کرسی دی جائے۔ آپ ایک گواہ کی حیثیت سے آئے ہیں اور گواہوں کو کرسی نہیں ملا کرتی۔ اِس پر وہ زیادہ اصرار کرنے لگے کہ نہیں مجھے ضرور کرسی دی جائے۔ مسٹر ڈگلس کہنے لگے میں نے کہہ جو دیا ہے کہ آپ کو کرسی نہیں ملے گی۔ اِس پر بھی وہ خاموش نہ ہوئے اور کہنے لگے میں لاٹ صاحب کے پاس ملنے جاتا ہوں تو وہ بھی مجھے کرسی دے دیتے ہیں آپ مجھے کیوں کرسی نہیں دیتے۔ یہ سن کر ڈپٹی کمشنر کو غصہ آ گیا اور کہنے لگا اگر ایک چوڑھا بھی ہم سے مکان پر ملنے کے لئے آئے تو ہم اُسے بھی کرسی دے دیتے ہیں مگر یہ عدالت کا کمرہ ہے یہاں تمہیں کرسی نہیں مل سکتی۔ وہ اِس پر بھی خاموش نہ ہوئے اور پھر کرسی کے لئے اصرار کرنے لگے۔ آخر ڈپٹی کمشنر نہایت غصہ سے کہنے لگا بک بک مت کر، پیچھے ہٹ اور جوتیوں میں کھڑا ہو جا۔

یہ اُس شخص کا حال ہوا جس نے کہا تھا کہ مَیں نے ہی اِس شخص کو بڑھایا تھا اور اَب میں ہی اِس کو گراؤں گا۔ وہاں سے اپنی ذلّت کروا کے باہر نکلے تو برآمدہ میں ایک کرسی پڑی ہوئی تھی اُس پر آ کر بیٹھ گئے۔ مگر مشہور ہے کہ نوکر آقا کے پیچھے چلتے ہیں۔ چپڑاسی جو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا کہ اندر ڈپٹی کمشنر ان پر سخت ناراض ہوئے ہیں اُس نے جب دیکھا کہ برآمدہ میں یہ کرسی پر آ کر بیٹھ گئے ہیں تو وہ دَوڑا دَوڑا آیا اور آ کر کہنے لگا مولوی صاحب! کرسی سے اُٹھیے یہاں آپ کو بیٹھنے کی اجازت نہیں۔ وہاں سے اُٹھے تو باہر ہجوم میں آ گئے۔ وہاں کسی شخص نے زمین پر چادر بچھائی ہوئی تھی۔ یہ جاتے ہی اُس پر بیٹھ گئے اور خیال کیا کہ جب لوگ مجھے یہاں

چادر پر بیٹھا دیکھیں گے تو خیال کریں گے کہ مجھے کمرہ عدالت میں بھی اچھی جگہ ملی ہوگی۔مگر وہ جس نے خدا کے مأمور کے متعلق کہا تھا کہ مَیں نے ہی اِسے بڑھایا ہے اور اَب میں ہی اِسے نیچے گراؤں گا خدا نے اُسے یہاں بھی ذلیل کیا۔ابھی وہ چادر پر بیٹھے ہی تھے کہ ایک باغیرت مسلمان دَوڑا دَوڑا آیا اور کہنے لگا میری چادر پلید مت کرو تم ایک مسلمان کے خلاف ایک عیسائی کے حق میں گواہی دینے آئے ہو۔آخر مولوی صاحب کو وہاں سے بھی ذلّت کے ساتھ اُٹھنا پڑا۔

پھر میں نے خود اِنہی مولوی محمد حسین صاحب کو اِس حالت میں دیکھا کہ عجز اور مَسکنت ان کی صورت سے ظاہر ہوتی تھی۔میں ایک دفعہ بٹالہ گیا تو وہ کسی کام کے لئے مجھ سے ملنے کے لئے آئے مگر انہیں شرم آتی تھی کہ جس شخص کی ساری عمر مَیں شدید مخالفت کرتا رہا اُس کے بیٹے سے کس طرح ملوں۔چنانچہ میں نے دیکھا کہ وہ کمرے میں آتے اور پھر گھبرا کر نکل جاتے پھر آتے اور پھر گھبرا کر نکل جاتے چار پانچ دفعہ انہوں نے اسی طرح کیا۔

ہمارے ہاں ایک ملازم ہوا کرتا تھا پیرا اُس کا نام تھا وہ بالکل اَنْ پڑھ اور جاہل تھا۔ نماز تک اُسے یاد نہیں ہوتی تھی بیسیوں دفعہ اَسے یاد کرائی گئی مگر وہ ہمیشہ بھول جاتا۔اُسے کبھی تاریں دے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بٹالہ بھجوا دیا کرتے تھے یا کوئی بِلٹی آتی تو اُسے چھڑوانے کے لئے اُسے بٹالہ بھجوا دیا جاتا۔ایک دفعہ اِسی طرح وہ کسی کام کے سلسلہ میں بٹالہ گیا ہوا تھا کہ مولوی محمد حسین صاحب اُسے مل گئے۔مولوی صاحب کی عادت تھی کہ وہ اسٹیشن پر جاتے اور لوگوں کو قادیان جانے سے روکا کرتے ایک دن انہیں اور کوئی آدمی نہ ملا تو پیرے کو ہی انہوں نے پکڑ لیا اور کہنے لگے۔پیرے تم مرزا صاحب کے پاس کیوں رہتے ہو وہ تو کافر اور بے دین ہیں۔وہ کہنے لگا مولوی صاحب میں تو پڑھا لکھا آدمی نہیں نماز تک مجھے نہیں آتی کئی دفعہ لوگوں نے مجھے سکھائی ہے مگر مجھے یاد نہیں ہوتی پس مجھے مسائل تو آتے ہی نہیں لیکن ایک بات ضرور ہے جو میں نے دیکھی ہے۔مولوی صاحب کہنے لگے وہ کیا؟ پیرے نے کہا میں ہمیشہ تاریں دینے یا بلٹیاں لینے کے لئے بٹالے آتا رہتا ہوں اور جب بھی یہاں آتا ہوں آپ کو یہاں پھرتے اور لوگوں کو ورغلاتے دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص قادیان نہ جائے۔مولوی صاحب! اب تک

آپ کی اِس کوشش میں شاید کئی جوتیاں بھی گھس گئی ہوں گی مگر کوئی شخص آپ کی بات نہیں سنتا۔ دوسری طرف میں دیکھتا ہوں کہ مرزا صاحب اپنے حجرے میں بیٹھے رہتے ہیں اور پھر بھی ساری دنیا اُن کی طرف کھنچی چلی جاتی ہے۔ آخر اُن کے پاس کوئی سچائی ہے تبھی تو ایسا ہو رہا ہے ورنہ لوگ آپ کی بات کیوں نہ سنتے۔

تو دنیا جس قدر مخالفت کرسکتی تھی اُس نے کی مگر باوجود اِس کے ایک کے بعد ایک، ایک کے بعد ایک اور ایک کے بعد ایک اِس سلسلہ میں داخل ہونا شروع ہوا۔ ہندوستان کے ہر گوشہ سے لوگ آئے اور اِس جماعت میں شامل ہوئے۔ پھر صرف ہندوستان میں ہی نہیں افغانستان میں بھی یہ سلسلہ پھیلا۔ یہاں تک کہ وہ شخص جس نے امیر حبیب اللہ خان کے سر پر تاج رکھا تھا وہ بھی آپ کی بیعت میں شامل ہو گیا اور اِسی ایمان کی وجہ سے کابل میں سنگسار کیا گیا۔ اِن کی سنگساری سے پہلے امیر حبیب اللہ خان نے اُن کو بار بار کہا کہ ایک دفعہ لوگوں کے دکھانے کے لئے ہی کہہ دیں کہ میں احمدی نہیں، میں آپ کی ہتھکڑی اُتارنے کے لئے تیار ہوں۔ مگر وہ ہمیشہ یہی جواب دیتے کہ بادشاہ! تم کو کیا پتہ کہ یہ ہتھکڑی مجھے سونے کے کڑوں سے زیادہ قیمتی معلوم ہوتی ہے۔ جب اُنہیں سنگسار کرنے کے لئے پتھر پھینکے گئے تو وہ لوگ جو اُس وقت پاس موجود تھے بتاتے ہیں کہ اِدھر اُن پر پتھر پڑ رہے تھے اور اِدھر اُن کی زبان سے یہ کلمات نکل رہے تھے کہ اے خدا! میری اِس قوم کو بخش دے اور اِسے ہدایت دے کیونکہ اِسے پتہ نہیں کہ میں سچائی پر قائم ہوں۔

بہرحال اُس وقت صرف افغانستان تک ہی جماعت احمدیہ پہنچی تھی اور ممالک میں صرف اِکاّ دُکاّ کوئی احمدی تھا۔ خود ہندوستان میں اُس وقت جماعت احمدیہ کی یہ حالت تھی کہ گو اِس کے اکثر حصوں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام پہنچ چکا تھا مگر جماعت کا رُعب ابھی قائم نہیں ہوا تھا۔ لوگ مخالفت کرتے اور شدت سے کرتے تھے۔ اِسی شہر لاہور میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر جو کچھ کیا گیا وہ یہ بتانے کے لئے کافی ہے کہ جماعت احمدیہ کی اُس وقت کیا حالت تھی۔ اور اے لاہور کے لوگو! ہم نے آپ لوگوں کو گو اپنے دل سے بخش دیا ہے مگر آپ لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر جو سلوک ہم

سے کیا وہ دنیا میں کوئی شریف انسان کسی دوسرے شریف انسان سے نہیں کیا کرتا۔ دنیا میں ایک انسان کا معمولی باپ مر جاتا ہے جس پر اُس کا گزارہ بھی نہیں ہوتا، دنیا میں کسی شخص کی ماں مر جاتی ہے، دنیا میں کسی شخص کا بچہ مر جاتا ہے تو سب لوگ اُس سے ہمدردی کرنے کے لئے آتے ہیں۔ مگر ہم میں اُس شخص کی وفات ہوئی جو میرے لئے ہی نہیں ساری جماعت کے لئے خدا کا ایک نور تھا، ہمارا مقتدا اور پیشوا تھا جس سے ہماری نجات وابستہ تھی مگر اُدھر آپ کی وفات ہوئی اور ہم آپ کی نعش کو قادیان لے جانے کی تیاری کرنے لگے اور اِدھر لاہور کے ہزاروں آدمیوں نے چارپائی پر ایک شخص کو لٹا کر اور اُس پر کفن کی طرح کپڑا ڈال کر اپنے کندوں پر اُٹھا لیا اور ہمارے دل دُکھانے کے لئے اِن ہزاروں آدمیوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہائے ہائے مرزا۔ ہائے ہائے مرزا۔ مگر ہمارے حوصلے ہیں کہ ہم نے کبھی اِس کا گلہ نہیں کیا۔ ہمارے دل سے کبھی اے لاہور والو! تمہارے متعلق بددعا بھی نہیں نکلی۔ ہم نے تمہارا یہ فعل اپنی آنکھ سے دیکھا مگر پھر ہم نے اپنے خدا سے یہی کہا کہ خدایا! یہ ناواقف لوگ ہیں اِن کو پتہ نہیں کہ جس شخص کی یہ مخالفت کر رہے ہیں وہ تیرا رسول اور دنیا کا نجات دہندہ ہے۔ اے ہمارے ربّ! انہوں نے جو کچھ کیا یہ سمجھ کر کیا کہ وہ ایک سچائی کی تائید کر رہے ہیں پس تو بھی اِن کو معاف فرما دے اور اِن کو اپنے کسی عذاب میں مبتلا مت کر بلکہ اِن کو ہدایت دے اور اِن کے دل اپنی سچائی کیلئے کھول دے تاکہ یہ تیرے نبی کا جھنڈا بلند کرنے کا باعث ہوں اِسے گرانے اور دین کو رُسوا کرنے کا موجب نہ ہوں۔

بہرحال یہ وہ حالت تھی جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام فوت ہوئے اور لوگ یہ سمجھنے لگے کہ اَب مرزا صاحب تو فوت ہو گئے ہیں اِس سلسلہ کا اَب خاتمہ سمجھو۔ تب اللہ تعالیٰ نے جماعت کے لوگوں کے دلوں میں ڈالا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک خلیفہ مقرر کریں۔ چنانچہ سب جماعت نے حضرت مولوی نورالدین صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور وہ خلیفہ اوّل مقرر ہوئے۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ جماعت کا شیرازہ بکھرا نہیں بلکہ پہلے سے بھی زیادہ مضبوط ہو گیا ہے تو انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ سب ترقی حضرت مولوی نورالدین صاحب کی وجہ سے اِس سلسلہ کو حاصل ہو رہی تھی۔ وہ پیچھے بیٹھ کر کتابیں لکھتے اور مرزا صاحب

اپنے نام سے شائع کر دیتے تھے۔ بس اِس کی زندگی تک اِس سلسلہ نے ترقی کرنی ہے، مولوی نورالدین صاحب کے مرتے ہی یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ مگر خدا کی قدرت ہے اپنے تمام زمانہ خلافت میں حضرت خلیفہ اوّل نے ایک کتاب بھی نہ لکھی اور اِس طرح وہ اعتراض باطل ہو گیا جو مخالف کرتے رہتے تھے کہ کتابیں مولوی نورالدین صاحب لکھتے ہیں اور نام مرزا صاحب کا ہوتا ہے بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ حضرت خلیفہ اوّل کا طرزِ تحریر ہی بالکل اور رنگ کا تھا۔ مگر بہرحال لوگوں نے یہ سمجھا کہ حضرت مولوی صاحب تک ہی اِس سلسلہ کی زندگی ہے اِس کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا مگر وہ خدائے واحد وقہار جس نے بانی سلسلہ احمدیہ کو خبر دی تھی کہ تیرا ایک بیٹا ہوگا جو تیرا نام دنیا کے کناروں تک پہنچائے گا اور دین اسلام کی شوکت قائم کرنے کا موجب ہوگا اُس نے مخالفوں کی اِس امید کو بھی خاک میں ملا دیا۔ آخر وہ وقت آ گیا جب حضرت خلیفہ اوّل کی وفات ہوئی۔ اُس وقت جماعت میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ جماعت کے ایک برسر اقتدار حصہ نے جس کے قبضہ میں صدر انجمن احمدیہ تھی، جس کے قبضہ میں خزانہ تھا اور جس کے زیر اثر جماعت کے تمام بڑے بڑے لوگ تھے کہنا شروع کر دیا کہ خلافت کی ضرورت نہیں۔ خواجہ کمال الدین صاحب جیسے سحرالبیان لیکچرار، مولوی محمد علی صاحب جیسے مشہور مصنف، شیخ رحمت اللہ صاحب جیسے مشہور تاجر، مولوی غلام حسین صاحب جیسے مشہور عالم جن کے سرحدی علاقہ میں اکثر شاگرد ہیں، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب جیسے بارسوخ اور صاحب جائداد ڈاکٹر یہ سب ایک طرف ہو گئے اور اِن لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ایک بچہ کو بعض لوگ خلیفہ بنا کر جماعت کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔

وہ بچہ جس کی طرف ان کا اشارہ تھا مَیں تھا۔ اُس وقت میری عمر بیس سال کی تھی اور اللہ بہتر جانتا ہے مجھے قطعاً علم نہیں تھا کہ میرے متعلق یہ سوال پیدا ہو رہا ہے کہ میں جماعت کا خلیفہ بنوں۔ اللہ تعالیٰ گواہ ہے نہ میں اِن باتوں میں شامل تھا اور نہ مجھے کسی بات کا علم تھا۔ سب سے پہلے میرے کانوں میں یہ آواز شیخ رحمت اللہ صاحب مالک انگلش ویئرہاؤس کی طرف سے آئی۔ میں نے سنا کہ وہ مسجد میں بڑے جوش سے کہہ رہے تھے کہ ایک بچہ کی خاطر سلسلہ کو تباہ کیا جا رہا ہے۔ مجھے اُس وقت اُن کی یہ بات اتنی عجیب معلوم ہوئی کہ باہر نکل کر میں نے دوستوں

سے پوچھا کہ وہ بچہ ہے کون جس کا آج شیخ رحمت اللہ صاحب ذکر کر رہے تھے۔ وہ میری اِس بات کو سُن کر ہنس پڑے اور کہنے لگے وہ بچہ تم ہی تو ہو۔ غرض میں اِن باتوں سے اتنا بے بہرہ تھا کہ مجھے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ مَیں زیر بحث ہوں اور میرے متعلق یہ کہا جا رہا ہے کہ اِس کی وجہ سے جماعت تباہ ہو رہی ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کی مشیّت یہی تھی کہ وہ مجھے دنیا کی مخالفانہ کوششوں کے باوجود آگے کرے اور میرے سپرد جماعت کی نگرانی کا کام کرے۔ میں نے امن قائم رکھنے اور جماعت کو تفرقہ سے بچانے کی بڑی کوشش کی مگر خدا تعالیٰ کے ارادہ کو کون روک سکتا ہے۔ آخر وہی ہوا جو اُس کا منشاء تھا۔ جوں جوں حضرت خلیفہ اوّل کی وفات نزدیک آتی گئی اِن لوگوں نے جماعت میں کثرت کے ساتھ پراپیگنڈا شروع کر دیا کہ آئندہ خلافت کا سلسلہ جاری نہیں ہونا چاہئے۔ جس دن حضرت خلیفہ اوّل فوت ہوئے دنیا نے کہا اَب یہ سلسلہ ختم ہو گیا کیونکہ جس شخص پر اِس سلسلہ کا تمام انحصار تھا وہ اُٹھ گیا۔ اُس دن جب مخالفوں کی زبان پر یہ تھا کہ یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ میں نے جماعت کو تفرقہ سے بچانے کے لئے مولوی محمد علی صاحب سے گفتگو کی اور میں نے اُن سے کہا کہ آپ کسی شخص کو خلیفہ مقرر کریں میں اُس کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ مَیں نے اُن سے یہ بھی کہا کہ جب میں بیعت کر لوں گا تو وہ لوگ جو میرے ساتھی ہیں وہ بھی میرے ساتھ ہی خود بخود بیعت کر لیں گے اور اِس طرح تفرقہ پیدا نہیں ہوگا۔ مگر باوجود میری تمام کوششوں کے آخری جواب مولوی محمد علی صاحب نے یہ دیا کہ آپ جانتے ہیں جماعت والے کس کو خلیفہ مقرر کریں گے اور یہ کہہ کر وہاں سے چلے آئے۔ حالانکہ میری نیک نیتی اِس سے ظاہر ہے کہ جس دن عصر کی نماز کے وقت لوگوں نے میری بیعت کی اُسی دن صبح کے وقت میں نے اپنے تمام رشتہ داروں کو جمع کیا اور اُن سے کہا کہ ہمیں ضد نہیں کرنی چاہیئے اگر وہ خلافت کو تسلیم کر لیں تو کسی ایسے آدمی پر اتفاق کر لیا جائے جو دونوں فریق کے نزدیک بے تعلق ہو اور اگر وہ یہ بھی قبول نہ کریں تو پھر اِن لوگوں میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لی جائے اور میرے اصرار پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام اہلِ بیت نے اِس امر کو تسلیم کر لیا۔ پھر میری یہ حالت تھی کہ حضرت خلیفہ اوّل کی وفات سے چند دن پہلے میں اُس مقام پر گیا جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام دعا کیا کرتے تھے اور میں نے وضو کر کے اللہ تعالیٰ سے

دعا مانگی۔ میری عمر اُس وقت اتنی چھوٹی نہ تھی مگر بڑی بھی نہ تھی۔ ۲۵ سال میری عمر تھی، میری والدہ موجود تھیں، میری بیوی موجود تھیں اور میرے بچے بھی تھے مگر مَیں نے اُس وقت نیت کر لی کہ چونکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ میری وجہ سے جماعت میں تفرقہ پیدا ہو رہا ہے اِس لئے میں خاموشی سے کہیں باہر نکل جاؤں گا تا کہ میں تفرقہ کا باعث نہ بنوں۔ چنانچہ میں نے دعا کی کہ خدایا! مَیں اِس جماعت میں فتنہ پیدا کرنے والا نہ بنوں تُو میرے دل کو تقویت عطا فرما تا کہ مَیں پنجاب یا ہندوستان کے کسی علاقہ میں اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کر نکل جاؤں اور میری وجہ سے کوئی فتنہ پیدا نہ ہو۔ اِس کے بعد میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ کہیں نکل کر چلا جاؤں گا مگر خدا کی قدرت ہے دوسرے تیسرے دن ہی اچانک حضرت خلیفہ اوّل کی وفات ہوگئی اور میں اِس جھگڑے میں پھنس گیا۔ تب جماعت کے غریب طبقہ نے میرے ہاتھ پر بیعت کر لی اور وہ جو بڑے بڑے لوگ کہلاتے تھے جماعت سے الگ ہو گئے۔ اِن میں سے ایک ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب تھے۔ انہوں نے وہاں سے روانہ ہوتے وقت ہماری عمارتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ہم تو جاتے ہیں کیونکہ جماعت نے ہم سے اچھا سلوک نہیں کیا لیکن تم دیکھ لوگے کہ دس سال کے عرصہ میں اِن جگہوں پر عیسائیوں کا قبضہ ہو جائے گا اور احمدیوں کے ہاتھ سے یہ تمام جائدادیں نکل جائیں گی۔ اُس وقت میرے ہاتھ پر دو ہزار کے قریب آدمیوں نے بیعت کی، باہر کی اکثر جماعتیں ابھی بیعت میں داخل نہیں ہوئی تھیں۔ یہاں تک کہ ''پیغامِ صلح'' میں لکھا گیا کہ پچانوے فیصدی جماعت ہمارے ساتھ ہے اور صرف پانچ فیصدی جماعت مرزا محمود احمد کے ساتھ ہے۔ مگر ابھی دو مہینے نہیں گزرے تھے بلکہ ابھی صرف ایک مہینہ ہی ہوا تھا کہ ساری کی ساری جماعت میری بیعت میں شامل ہوگئی اور پیغامِ صلح نے یہ لکھنا شروع کر دیا کہ ۹۵ فیصدی جماعت مرزا محمود احمد کے ساتھ ہے اور صرف پانچ فیصدی ہمارے ساتھ۔ پھر میری مخالفت بھی تھوڑی نہیں ہوئی میرے قتل کی کئی بار کوششیں کی گئیں۔

احرار کی شورش کے ایام میں ہی ایک دفعہ قادیان میں سرحد کی طرف سے ایک پٹھان آیا اور میرے مکان کے دروازے پر کھڑے ہو کر اُس نے لڑکا اندر بھیجا کہ وہ مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔ مَیں تو اِن باتوں کی پرواہ نہیں کیا کرتا مَیں آنے ہی لگا تھا کہ مجھے باہر کچھ شور کی آواز سنائی

دی۔ معلوم ہوا کہ ہماری جماعت کے ایک مخلص دوست جو پٹھان ہیں اُنہوں نے اُسے پکڑ لیا اور اُس کے نیفے میں سے چھرا نکال لیا۔ بعد میں اُس نے تسلیم کیا کہ میں واقع میں قتل کرنے کی نیت سے ہی آیا تھا۔

اِسی طرح یہاں لاہور میں ایک دفعہ ایک دیسی عیسائی کو پھانسی ہوئی۔ جے میتھوز اُس کا نام تھا۔ اُس نے اپنی بیوی کو قتل کر دیا تھا جس کی پاداش میں سیشن جج نے اُسے پھانسی کی سزا دی۔ اُس نے اپنے بیانات میں اِس اَمر کا اظہار کیا کہ میں ایک دفعہ پستول لے کر مرزا محمود احمد کو مارنے کے لئے قادیان گیا تھا مگر ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ میں اُن سے مل نہ سکا اور وہ دریا پر چلے گئے۔ پھر میں پستول لیکر اُن کے پیچھے پیچھے دریا پر گیا۔ وہاں ایک دن میں نے اُن کے ایک ساتھی کو بندوق صاف کرتے دیکھا جس سے میں ڈر گیا کہ بندوق تو دُور تک وار کر جاتی ہے، ایسا نہ ہو میں خود ہی مارا جاؤں چنانچہ میں واپس آ گیا اور اپنی بیوی سے کسی بات پر لڑ کر میں نے اُسے قتل کر دیا۔ یہ ایک عدالتی بیان ہے جو سیشن جج کی عدالت میں اُس نے لاہور میں دیا۔ اُس نے یہ بھی ذکر کیا کہ لوگوں کی جوش دلانے والی باتیں سن کر مَیں نے اِن کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔

پھر اِسی قسم کا ایک اور کیس ہوا۔ ایک شخص ہماری دیوار پھاندتے ہوئے پکڑا گیا۔ بعد میں پولیس نے اُسے پاگل قرار دیکر چھوڑ دیا حالانکہ وہ دیوار پھاندتے ہوئے پکڑا گیا تھا اور جیسا کہ بعد میں معلوم ہوا وہ قتل کرنے کی نیت سے ہی آیا تھا۔

چوتھا واقعہ یہ ہے کہ میں ایک دفعہ اپنے سالانہ جلسہ میں تقریر کر رہا تھا کہ پیچھے سے کسی شخص نے ملائی دی کہ جلدی سے حضرت صاحب تک پہنچا دی جائے آپ تقریر کرتے کرتے تھک گئے ہیں۔ چنانچہ گھبراہٹ میں لوگوں نے جلدی جلدی ملائی آگے پہنچانی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ وہ سٹیج پر پہنچ گئی۔ سٹیج پر کسی شخص کو ہوش آیا اور اُس نے ذرا سی ملائی اپنی زبان پر لگائی تو لگاتے ہی اُس کی زبان کٹ گئی۔ تب اِدھر اُدھر تلاش کیا گیا کہ ملائی دینے والا کون تھا مگر وہ نہ ملا۔ غرض ہر رنگ میں دشمنوں نے مجھے مٹانے اور گرانے کی کوشش کی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اُن کو ناکام و نامراد رکھا۔

گزشتہ سالوں میں ہی لاہور میں سر سکندر حیات خاں نے اپنی کوٹھی پر مجھے اِس غرض کے لئے بُلا بھیجا کہ اگر کشمیر کمیٹی اور احرار میں کوئی سمجھوتہ ہو جائے تو حکومت کسی نہ کسی رنگ میں فیصلہ کر دے گی۔ اُنہوں نے مجھ سے پوچھا کہ آیا آپ کو ایسی میٹنگ میں شامل ہونے پر کوئی اعتراض تو نہیں؟ میں نے کہا مجھے کوئی اعتراض نہیں اور نہ مجھے سیاسیات سے کوئی دلچسپی ہے۔ میں تو ایک مذہبی آدمی ہوں اور چاہتا ہوں کہ اِس قسم کے جھگڑے جلد دُور ہو جائیں۔ وہاں احرار کی طرف سے چوہدری افضل حق صاحب شامل ہوئے اور انہوں نے بڑے غصہ سے کہا کہ میں اِن سے ہرگز صلح نہیں کر سکتا کیونکہ میں جب الیکشن کے لئے کھڑا ہوا تھا تو اِنہوں نے میری دو دفعہ مخالفت کی تھی۔ میں نے اُن سے کہا کہ مخالفت کرنا ہر شخص کا حق ہے مگر یہ درست نہیں کہ مَیں نے آپ کی دو دفعہ مخالفت کی ہے۔ ایک دفعہ مخالفت کی ہے اور ایک دفعہ تائید کی ہے۔ سر سکندر حیات خاں بھی اِن سے کہنے لگے کہ آپ بھولتے ہیں آپ نے خود مجھے کہا تھا کہ امام جماعت احمدیہ سے چونکہ میرے دوستانہ تعلقات ہیں اِس لئے میں آپ کے متعلق اِن کے پاس سفارش کر دوں اور میں نے آپ کے کہنے پر سفارش کی اور انہوں نے آپ کی مدد کی۔ پس یہ درست نہیں کہ انہوں نے دو دفعہ مخالفت کی ہے۔ ایک دفعہ انہوں نے مخالفت کی ہے اور ایک دفعہ تائید کی ہے۔ اِس پر چوہدری افضل حق صاحب کہنے لگے خواہ کچھ ہو مَیں نے تو فیصلہ کر لیا ہے کہ میں جماعت احمدیہ کو کُچل کر رکھ دوں گا۔ اسی طرح وہ غصہ میں اور بھی بہت کچھ کہتے چلے گئے میں مسکراتا رہا اور خاموش رہا۔ جب وہ اپنا غصہ نکال چکے تو میں نے کہا چوہدری صاحب! ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ ہمارا سلسلہ اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے اگر ہمارا یہ دعویٰ جھوٹا ہے تو آپ کی کسی کوشش کی ضرورت نہیں خدا خود ہمارے سلسلہ کو کُچل دے گا لیکن اگر یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے قائم کردہ سلسلہ ہے تو پھر آپ کی کیا حیثیت ہے دنیا کے سارے بادشاہ مل کر بھی ہمارے سلسلہ کو کچلنا چاہیں تو وہ خود کُچلے جائیں گے مگر ہمارے سلسلہ کو کُچل نہیں سکتے۔ اُس وقت مجلس میں نواب مظفر خان صاحب موجود تھے، شیخ محمد صادق صاحب موجود تھے، نواب احمد یار خاں صاحب دولتانہ موجود تھے، جب مجلس ختم ہوئی تو شیخ محمد صادق صاحب چوہدری افضل حق صاحب کے ساتھ اُن کے گھر تک گئے اور انہیں کہا کہ چوہدری صاحب! آپ نے اچھا نہیں کیا۔ گھر پر بُلا کر

امام جماعت احمدیہ کی آج شدید ہتک کی گئی ہے چنانچہ بعد میں واپس آ کر اُنہوں نے خود ہی ذکر کیا کہ میں چوہدری افضل حق صاحب کے ساتھ اُن کے دروازہ تک گیا تھا اور اُن سے کہا تھا کہ آپ نے آج جو کچھ کیا ہے اچھا نہیں کیا اور چوہدری افضل حق صاحب کہتے تھے کہ اب میں بھی محسوس کرتا ہوں کہ مجھے یہ الفاظ نہیں کہنے چاہئے تھے اصل بات یہ ہے غصہ میں میری زبان قابو میں نہیں رہی تھی۔ تو لوگوں نے ہر طرح زور لگایا کہ ہمارے سلسلہ کو مٹا دیں۔

یہاں تک کہ ۱۹۳۴ء میں انگریزی گورنمنٹ بھی ہماری جماعت کی مخالف ہوگئی۔ سر ایمرسن جو گورنر پنجاب رہ چکے ہیں گورنری سے پہلے میرے بڑے دوست تھے۔ یہاں تک کہ لندن سے انہوں نے مجھے چٹھی لکھی کہ میں اب گورنر بن کر آ رہا ہوں اور امید کرتے ہیں کہ آپ میرے ساتھ تعاون کریں گے مگر یہاں آتے ہی ہماری جماعت کے شدید مخالف ہو گئے یہاں تک کہ سر فضل حسین صاحب نے ایک ملاقات کے دَوران میں مجھ سے کہا کہ نہ معلوم سر ایمرسن کو کیا ہو گیا ہے وہ تو آپ کے سلسلہ کو بہت کچھ بُرا بھلا کہتے رہتے ہیں۔ پھر انہوں نے کریمنل لاء ایمنڈمنٹ (CRIMINAL LAW AMENDMENT) ایکٹ مجھ پر لگانا چاہا اور قادیان میں احرار کا جلسہ کرایا جس میں ہمارے سلسلہ کی شدید ہتک کی گئی۔ غرض ہر رنگ میں ہماری مخالفت ہوئی اور ہر طبقہ نے مخالفت کی۔ افغانستان میں میرے زمانہ میں جماعت احمدیہ کے چار آدمی یکے بعد دیگرے شہید کئے گئے حالانکہ افغانستان کے وزیر خارجہ نے خود ہمیں چٹھی لکھی تھی کہ افغانستان میں آپ کو تبلیغ کی اجازت ہے بے شک اپنے مبلّغ بھجوائیں۔ مگر جب ہم نے اپنے مبلّغ بھجوائے تو حکومت نے اُن کو سنگسار کر دیا۔ غرض جتنا زور دنیا لگا سکتی تھی اُس نے لگا کر دیکھ لیا مگر باوجود اِس کے خدا نے ہمیں بڑھایا اور ایسی ترقی دی جو ہمارے وہم اور خیال میں بھی نہیں تھی۔

جب میں خلیفہ ہوا اُس وقت ہمارے خزانہ میں صرف چودہ آنے کے پیسے تھے اور ۱۸ ہزار کا قرض تھا یہاں تک کہ میں نے اپنے زمانۂ خلافت میں جو پہلا اشتہار لکھا اور جس کا عنوان تھا۔ **''کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے''** اُس کو چھپوانے کے لئے بھی میرے پاس کوئی روپیہ نہ تھا۔ اُس وقت ہمارے نانا جان کے پاس کچھ چندہ تھا جو اُنہوں نے مسجد کے لئے لوگوں سے

جمع کیا تھا اُنہوں نے اُس چندہ میں سے دوسَو روپیہ اِس اشتہار کے چھپوانے کے لئے دیا اور کہا کہ جب خزانہ میں روپیہ آنا شروع ہو جائے گا تو یہ دوسَو روپیہ ادا ہو جائے گا۔ غرض وہ روپیہ اُن سے قرض لے کر یہ اشتہار شائع کیا گیا۔ مگر اُس وقت جب جماعت کے سرکردہ لوگ میرے مخالف تھے، جب جماعت کے لیڈر میرے مخالف تھے، جب خزانہ خالی تھا، جب صرف چودہ آنے کے پیسے اس میں موجود تھے، جب اٹھارہ ہزار کا انجمن پر قرض تھا، جب انجمن کی اکثریت میری مخالف تھی، جب انجمن کا سیکرٹری میرا مخالف تھا، جب مدرسہ کا ہیڈ ماسٹر میرا مخالف تھا میرے یہ الفاظ ہیں جو میں نے خدا کے منشاء کے ماتحت اُس اشتہار میں شائع کئے کہ:

''خدا چاہتا ہے کہ جماعت کا اتحاد میرے ہی ہاتھ پر ہو اور خدا کے اِس ارادہ کو اَب کوئی نہیں روک سکتا۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ان کے لئے صرف دو ہی راہ کھلے ہیں یا تو وہ میری بیعت کر کے جماعت میں تفرقہ کرنے سے باز رہیں یا اپنی نفسانی خواہشات کے پیچھے پڑ کر اُس پاک باغ کو جسے پاک لوگوں نے خون کے آنسوؤں سے سینچا تھا اُکھاڑ کر پھینک دیں۔ جو کچھ ہو چکا ہو چکا مگر اب اِس میں کوئی شک نہیں کہ جماعت کا اتحاد ایک ہی طریق سے ہو سکتا ہے کہ جسے خدا نے خلیفہ بنایا ہے اُس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے ورنہ ہر ایک شخص جو اُس کے خلاف چلے گا تفرقہ کا باعث ہوگا''۔

پھر میں نے لکھا۔

''اگر سب دنیا مجھے مان لے تو میری خلافت بڑی نہیں ہو سکتی اور سب کے سب خدانخواستہ مجھے ترک کر دیں تو بھی خلافت میں فرق نہیں آ سکتا۔ جیسے نبی اکیلا ہی نبی ہوتا ہے اِسی طرح خلیفہ اکیلا بھی خلیفہ ہوتا ہے۔ پس مبارک ہے وہ جو خدا کے فیصلہ کو قبول کرے۔ خدا تعالیٰ نے جو بوجھ مجھ پر رکھا ہے وہ بہت بڑا ہے اور اگر اُس کی مدد میرے شاملِ حال نہ ہو تو میں کچھ نہیں کر سکتا۔ لیکن مجھے اُس پاک ذات پر یقین ہے کہ وہ ضرور میری مدد کرے گی۔''

غرض طرح طرح کی مخالفتیں ہوئیں سیاسی بھی اور مذہبی بھی، اندرونی بھی اور بیرونی بھی

مگر خدا تعالیٰ نے مجھے توفیق دی کہ میں جماعت کو اَور زیادہ ترقی کی طرف لے جاؤں۔ چنانچہ یہ جماعت بڑھنی شروع ہوئی یہاں تک کہ آج دنیا کے کونے کونے میں یہ جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے پھیل چکی ہے۔ اِسی شہر لاہور میں پہلے جماعت احمدیہ کے صرف چند افراد ہوا کرتے تھے مگر آج ہزاروں کی تعداد میں یہاں جماعت موجود ہے اِسی طرح دنیا کے ہر گوشہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام اور اسلام کا پیغام میرے ذریعہ سے پہنچ چکا ہے اور وہ پیشگوئی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے متعلق فرمائی تھی وہ میرے وجود میں بڑی شان سے پوری ہو چکی ہے۔ اِس پیشگوئی میں اُنسٹھ باتیں بتائی گئی ہیں۔ مگر ان تمام باتوں کے متعلق اس وقت تفصیل سے روشنی نہیں ڈالی جا سکتی۔ صرف ایک دو باتیں میں بیان کر دیتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ جس طرح میرا نام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا اسی طرح میرا بیٹا دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ دنیا کے کناروں کے لحاظ سے امریکہ ایک طرف ہے اور جاپان دوسری طرف۔ درمیان میں یورپ اور افریقہ کا علاقہ ہے۔ ہماری جماعت ایک غریب جماعت ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس پیشگوئی کے مطابق مجھے توفیق عطا فرمائی کہ میں دنیا کے مختلف ممالک میں احمدیہ مشن قائم کروں۔ چنانچہ اِس وقت امریکہ میں احمدیہ مشن قائم ہے، انگلستان میں احمدیہ مشن قائم ہے، شمالی اور جنوبی افریقہ میں احمدیہ مشن قائم ہے، چین اور جاپان میں بھی احمدیہ مشن قائم کئے گئے تھے مگر جنگ کی وجہ سے کچھ عرصہ کے لئے بند کر دیئے ہیں، سماٹرا اور جاوا میں احمدیہ مشن قائم ہیں، اسی طرح جرمنی میں اور ہنگری میں، ارجنٹائن میں، یوگوسلاویہ میں، البانیہ میں، پولینڈ میں، زیکوسلواکیہ میں، سیرالیون میں، گولڈ کوسٹ میں، نائیجیریا میں، مصر میں، فلسطین میں، ماریشس میں، شام میں، روس میں، سٹریٹ سیٹلمنٹس[۱۵] میں، ایران میں، کابل میں، ملایا میں اور دوسرے کئی ممالک میں اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے احمدیت کا پیغام پہنچایا اور وہ پیشگوئی پوری ہوئی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بیٹے کے متعلق فرمائی تھی کہ دنیا کے کناروں تک وہ اسلام اور احمدیت کا نام پہنچائے گا۔ یہ پیشگوئی جس نے شائع کی اُس کا اپنا نام اُس گاؤں کے رہنے والے بھی نہیں جانتے تھے جو اُس کا وطن تھا مگر اُس نے کہا نہ صرف میرا نام دنیا کے کونہ کونہ میں

مشہور ہوگا بلکہ میرا ایک بیٹا ہوگا اور اُس کا نام بھی دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ یہ پیشگوئی جس شان کے ساتھ پوری ہو چکی ہے اِس سے کوئی شخص جس کے دل میں سچائی اور دیانت کا ایک ذرّہ بھر بھی مادہ ہو اِنکار نہیں کر سکتا۔

۱۸۸۸ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۸۸۶ء کے اشتہار کی مزید تشریح کرتے ہوئے ایک اشتہار شائع فرمایا تھا جو سبز رنگ کے کاغذوں پر شائع ہوا۔ ہماری جماعت میں اس اشتہار کا نام ہی ’’سبز اشتہار‘‘ مشہور ہے اور یہ ایک عجیب بات ہے کہ وہ مکان جس میں آپ نے چالیس روز اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جو اَب ایک ہندو دوست کے قبضہ میں ہے اور جسے ہم ہوشیارپور میں دیکھ آئے ہیں اُس کا رنگ بھی سبز ہی ہے۔ گویا ۱۸۸۸ء کا اشتہار بھی سبز رنگ کے اَوراق پر شائع ہوا اور اُس مکان کا رنگ بھی سبز ہی ہے جو اُس ہندو دوست کے قبضہ میں ہے۔ سیٹھ صاحب قادیان مجھ سے ملنے کے لئے آئے تھے میں نے اُن سے دریافت کیا کہ آپ کو یہ کیونکر خیال آ گیا کہ اس مکان پر سبز رنگ کیا جائے کوئی اور رنگ نہ ہو۔ وہ کہنے لگے ہمارا کاروبار چونکہ بہت وسیع ہے (چنانچہ ایک ہسپتال انہوں نے بنایا ہوا ہے جس میں سینکڑوں مریضوں کو روزانہ مفت دوا دی جاتی ہے اسی طرح اُن کی ایک سرائے ہے) اس لئے جب یہ مکان بنا تو ایک کمپنی جس کا نام انہوں نے غالباً ڈیکو بتایا اُس کا ایجنٹ ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا ہماری فرم آپ کی کوٹھی پر مفت پینٹ کرنا چاہتی ہے بتایئے آپ کونسا روغن کرنا چاہتے ہیں؟ میں نے کہا کوئی روغن کر دیں۔ اُس نے روغنوں کی کاپی نکال کر میرے سامنے رکھ دی کہ ان میں سے کوئی سا روغن پسند کر لیں۔ اُس وقت بے اختیار میری اُنگلی سبز رنگ کی طرف اُٹھ گئی اور میں نے کہا کہ یہ رنگ ہماری کوٹھی پر کر دیں چنانچہ سبز رنگ کر دیا گیا اور وہ اشتہار بھی سبز رنگ کا ہی تھا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مصلح موعود کی خبر کی مزید تشریح فرمائی تھی۔

بعض لوگ کہتے ہیں مصلح موعود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کسی آئندہ نسل سے تین چار سَو سال کے بعد آئے گا موجودہ زمانہ میں نہیں آ سکتا۔ مگر ان میں سے کوئی شخص خدا کا خوف نہیں کرتا کہ وہ پیشگوئی کے الفاظ کو دیکھے اور ان پر غور کرے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو لکھتے ہیں اِس وقت اسلام پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسلام اپنے اندر نشان نمائی کی کوئی طاقت نہیں

رکھتا۔ چنانچہ پنڈت لیکھرام اعتراض کر رہا تھا کہ اگر اسلام سچا ہے تو نشان دکھایا جائے اندرمن اعتراض کر رہا تھا کہ اگر اسلام سچا ہے تو نشان دکھایا جائے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہیں اور کہتے ہیں اے خدا! تو ایسا نشان دکھا جو اِن نشان طلب کرنے والوں کو اسلام کا قائل کر دے، تو ایسا نشان دکھا جو اندرمن مراد آبادی وغیرہ کو اسلام کا قائل کر دے۔ اور یہ معترض ہمیں بتاتے ہیں کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کی تو خدا نے آپ کو یہ خبر دی کہ آج سے تین سَو سال کے بعد ہم تمہیں ایک بیٹا عطا فرمائیں گے جو اسلام کی صداقت کا نشان ہوگا۔ کیا دنیا میں کوئی بھی شخص ہے جو اِس بات کو معقول قرار دے سکے؟ یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی شخص سخت پیاسا ہو اور کسی شخص کے دروازہ پر جائے اور کہے بھائی! مجھے سخت پیاس لگی ہوئی ہے خدا کے لئے مجھے پانی پلاؤ اور وہ آگے سے یہ جواب دے کہ صاحب! آپ گھبرائیں نہیں میں نے امریکہ خط لکھا ہوا ہے وہاں سے اِسی سال کے آخر تک ایک اعلیٰ درجہ کا ایسنس آجائے گا اور اگلے سال آپ کو شربت بنا کر پلا دیا جائے گا۔ کوئی پاگل سے پاگل بھی ایسی بات نہیں کرسکتا۔ کوئی پاگل سے پاگل بھی ایسی بات خدا اور اُس کے رسول کی طرف منسوب نہیں کرسکتا۔ پنڈت لیکھرام، منشی اندرمن مراد آبادی اور قادیان کے ہندو تو یہ کہہ رہے ہیں کہ اسلام کے متعلق یہ دعویٰ کہ اس کا خدا دنیا کو نشان دکھانے کی طاقت رکھتا ہے ایک جھوٹا اور بے بنیاد دعویٰ ہے اگر اِس دعویٰ میں کوئی حقیقت ہے تو ہمیں نشان دکھایا جائے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے خدا! میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ تو مجھے رحمت کا نشان دکھا، تو مجھے قدرت اور قربت کا نشان عطا فرما۔ پس یہ نشان تو ایسے قریب ترین عرصہ میں ظاہر ہونا چاہئے تھا جبکہ وہ لوگ زندہ موجود ہوتے جنہوں نے یہ نشان طلب کیا تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ۱۸۸۹ء میں جب میری پیدائش اللہ تعالیٰ کی پیشگوئیوں کے ماتحت ہوئی تو وہ لوگ زندہ موجود تھے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے یہ نشان مانگا تھا پھر جوں جوں میں بڑھا اللہ تعالیٰ کے نشانات زیادہ سے زیادہ ظاہر ہوتے چلے گئے۔ بچپن میں میری صحت نہایت کمزور تھی پہلے کالی کھانسی ہوئی اور پھر میری صحت ایسی گر گئی کہ گیارہ بارہ سال کی عمر تک میں موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا رہا اور عام طور پر یہی سمجھا جاتا رہا کہ

میری زیادہ لمبی عمر نہیں ہوسکتی۔ اِسی دَوران میں میری آنکھیں دُکھنے آ گئیں اور اِس قدر دُکھیں کہ میری ایک آنکھ قریباً ماری گئی۔ چنانچہ اس میں سے مجھے بہت کم نظر آتا ہے۔ پھر جب میں اور بڑا ہوا تو متواتر چھ سات ماہ تک مجھے بخار آتا رہا۔ اور سِل اور دِق کا مریض مجھے قرار دے دیا گیا۔ اِن وجوہ سے میں باقاعدہ پڑھائی بھی نہیں کرسکتا تھا۔ لاہور کے ہی ماسٹر فقیر اللہ صاحب جن کی مسلم ٹاؤن میں کوٹھی ہے ہمارے سکول میں حساب پڑھایا کرتے تھے۔ اُنہوں نے ایک دفعہ میرے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس شکایت کی کہ پڑھنے نہیں آتا اور اکثر غائب رہتا ہے۔ میں ڈرا کہ شاید حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ناراض ہوں گے مگر آپ فرمانے لگے ماسٹر صاحب! اِس کی صحت کمزور رہتی ہے ہم اتنا ہی شکر کرتے ہیں کہ یہ کبھی کبھی مدرسہ میں چلا جاتا ہے اور کوئی بات اِس کے کانوں میں پڑ جاتی ہے زیادہ زور اس پر نہ دیں۔ بلکہ مجھے یاد ہے آپ نے یہ بھی فرمایا ہم نے حساب سکھا کر اسے کیا کرنا ہے۔ کیا ہم نے اِس سے کوئی دُکان کرانی ہے۔ قرآن اور حدیث پڑھ لے گا تو کافی ہے۔ غرض میری صحت ایسی کمزور تھی کہ دنیا کے علم پڑھنے کے میں بالکل ناقابل تھا میری نظر بھی کمزور تھی مَیں پرائمری مڈل اور انٹرنس کے امتحان میں فیل ہوا ہوں کسی امتحان میں پاس نہیں ہوا۔ مگر خدا نے میرے متعلق خبر دی تھی کہ میں علومِ ظاہری اور باطنی سے پُر کیا جاؤں گا۔ چنانچہ باوجود اس کے کہ دُنیوی علوم میں سے کوئی علم میں نے نہیں پڑھا اللہ تعالیٰ نے ایسی عظیم الشان علمی کتابیں میرے قلم سے لکھوائیں کہ دنیا اِن کو پڑھ کر حیران ہے اور وہ یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ اِس سے بڑھ کر اسلامی مسائل کے متعلق اور کچھ نہیں لکھا جا سکتا۔ ابھی تفسیر کبیر کے نام سے میں نے قرآن کریم کی تفسیر کا ایک حصہ لکھا ہے اسے پڑھ کر بڑے بڑے مخالفوں نے بھی تسلیم کیا ہے کہ اِس جیسی آج تک کوئی تفسیر نہیں لکھی گئی۔ پھر ہمیشہ میں لاہور میں آتا رہتا ہوں اور یہاں کے رہنے والے جانتے ہیں کہ مجھ سے کالجوں کے پروفیسر ملنے آتے ہیں، سٹوڈنٹس ملنے آتے ہیں، ڈاکٹر ملنے آتے ہیں، مشہور پلیڈر اور وکیل ملنے آتے ہیں مگر آج تک ایک دفعہ بھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی بڑے سے بڑے مشہور عالم نے میرے سامنے اسلام اور قرآن پر کوئی اعتراض کیا ہو اور میں نے اسلام اور قرآن کی تعلیم کی روشنی میں ہی اُسے ساکت اور لاجواب نہ کر دیا ہو اور اسے یہ

تسلیم نہ کرنا پڑا ہو کہ واقعہ میں اسلام کی تعلیم پر کوئی حقیقی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جو میرے شامل حال ہے ورنہ میں نے دُنیوی علوم کے لحاظ سے کوئی علم نہیں سیکھا لیکن میں اِس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ خدا نے مجھے اپنے پاس سے علم دیا اور خود مجھے ہر قسم کے ظاہری اور باطنی علوم سے حصہ عطا فرمایا۔

مَیں ابھی بچہ ہی تھا کہ مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ ایک گھنٹی بجی ہے اور اُس میں سے ٹن کی آواز پیدا ہوئی ہے جو بڑھتے بڑھتے ایک تصویر کے فریم کی صورت اختیار کرگئی۔ پھر میں نے دیکھا کہ اُس فریم میں ایک تصویر نمودار ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ تصویر ہلنی شروع ہوئی اور پھر یکدم اُس میں سے کود کر ایک وجود میرے سامنے آ گیا اور اُس نے کہا میں خدا کا فرشتہ ہوں اور تمہیں قرآن کریم کی تفسیر سکھانے کے لئے آیا ہوں۔ میں نے کہا سکھاؤ۔ تب اُس نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر سکھانی شروع کردی وہ سکھاتا گیا، سکھاتا گیا اور سکھاتا گیا یہاں تک کہ جب وہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ [۱۶] تک پہنچا تو کہنے لگا آج تک جتنے مفسر گزرے ہیں اُن سب نے صرف اِس آیت تک تفسیر لکھی ہے لیکن میں تمہیں اِس کے آگے بھی تفسیر سکھاتا ہوں۔ چنانچہ اُس نے ساری سورۃ فاتحہ کی تفسیر مجھے سکھا دی۔

اِس رؤیا کے معنی درحقیقت یہی تھے کہ فہمِ قرآن کا ملکہ میرے اندر رکھ دیا گیا ہے۔ چنانچہ یہ ملکہ میرے اندر اِس قدر ہے کہ میں یہ دعویٰ کرتا ہوں اور جس مجلس میں چاہو مَیں یہ دعویٰ کرنے کے لئے تیار ہوں کہ سورۃ فاتحہ سے ہی میں تمام اسلامی علوم بیان کرسکتا ہوں۔

میں ابھی چھوٹا ہی تھا سکول میں پڑھا کرتا تھا کہ ہمارے سکول کی فٹ بال ٹیم امرتسر کے خالصہ کالج کی ٹیم سے کھیلنے کے لئے گئی۔ مقابلہ ہوا اور ہماری ٹیم جیت گئی۔ اس پر باوجود اُس مخالفت کے جو مسلمان ہماری جماعت کے ساتھ رکھتے ہیں چونکہ ایک رنگ میں مسلمانوں کی عزت افزائی ہوئی تھی اِس لئے امرتسر کے ایک رئیس نے ہماری ٹیم کو چائے کی دعوت دی۔ جب ہم وہاں گئے تو مجھے تقریر کرنے کے لئے کھڑا کر دیا گیا۔ میں نے اس تقریر کے لئے کوئی تیاری نہیں کی تھی۔ جب مجھے کھڑا کیا گیا تو معاً مجھے یہ رؤیا یاد آ گیا اور میں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ اے خدا! تیرا فرشتہ مجھے خواب میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر سکھا گیا تھا۔ آج

میں اس بات کا امتحان لینا چاہتا ہوں کہ یہ خواب تیری طرف سے تھا یا میرے نفس کا دھوکا تھا۔ اگر یہ خواب تیری طرف سے تھا تو تو مجھے سورہ فاتحہ کا ہی آج کوئی ایسا نکتہ بتا جو اِس سے پہلے دنیا کے کسی مفسر نے بیان نہ کیا ہو۔ چنانچہ اِس دعا کے معاً بعد خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ایک نکتہ ڈالا اور میں نے کہا دیکھو! قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہ دعا سکھائی ہے کہ غَیْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ [17] اے مسلمانو! تم پانچ نمازوں میں اور اپنی نماز کی ہر رکعت میں یہ دعا کیا کرو کہ ہم مَغْضُوْبِ اور ضَالّ نہ بن جائیں۔ مَغْضُوْبِ کے معنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیثوں میں خود بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں مَغْضُوْبِ کے معنی ہیں اَلْیَھُوْد اور ضَالّ کے معنی ہیں نصاریٰ [18] پس غَیْرِالْمَغْضُوْبِ سے مراد یہ تھا کہ الٰہی! ہم یہودی نہ بن جائیں اور وَلَا الضَّآلِّیْنَ سے مراد یہ تھا کہ ہم نصاریٰ نہ بن جائیں۔ اِس امر کی مزید وضاحت اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اِس اُمت میں ایک مسیح آئے گا۔ پس جو لوگ اُس کا انکار کریں گے وہ لازماً یہود صفت بن جائیں گے۔ دوسری طرف آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ عیسائیت کا فتنہ ایک زمانہ میں خاص طور پر بڑھ جائے گا لوگ روٹی کے لئے، ملازمت کے لئے، سوسائٹی میں عزت حاصل کرنے کے لئے عیسائیت اختیار کر لیں گے یا دھوکا کھا کر اور اپنے مذہب کی تعلیم کو نہ سمجھ کر عیسائیت قبول کر لیں گے [19] مگر یہ عجیب بات ہے کہ سورہ فاتحہ مکہ میں نازل ہوئی اور اُس وقت نہ عیسائی اسلام کے زیادہ مخالف تھے اور نہ یہودی اسلام کے زیادہ مخالف تھے۔ اُس وقت سب سے زیادہ مخالفت مکہ کے بُت پرستوں کی طرف سے کی جاتی تھی۔ مگر دعا یہ نہیں سکھائی گئی کہ الٰہی! ہم بُت پرست نہ بن جائیں بلکہ دعا یہ سکھائی گئی ہے کہ الٰہی! ہم یہودی یا نصاریٰ نہ بن جائیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اِس سورۃ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے یہ پیشگوئی فرما دی تھی کہ مکہ کے بُت پرست ہمیشہ کے لئے مٹا دیئے جائیں گے اور اُن کا نام ونشان تک باقی نہیں رہے گا۔ پس اِس بات کی ضرورت ہی نہیں کہ ان کے متعلق مسلمانوں کو کوئی دعا سکھائی جائے ہاں یہودیت اور عیسائیت یا دونوں باقی رہیں گے اور تمہارے لئے ضروری ہوگا کہ ان کے فتنہ سے بچنے کے لئے ہمیشہ دعائیں کرتے رہو۔ جب میری یہ تقریر ہو چکی تو بعد میں بڑے بڑے

رؤسا مجھے ملے اور کہنے لگے آپ نے قرآن خوب پڑھا ہوا ہے۔ ہم نے تو اپنی ساری عمر میں یہ نکتہ پہلی دفعہ سنا ہے۔ چنانچہ واقعہ یہی ہے ساری تفسیروں کو دیکھ لو کسی مفسر قرآن نے آج تک یہ نکتہ بیان نہیں کیا۔ حالانکہ میری عمر اُس وقت بیس سال کی تھی جب اللہ تعالیٰ نے یہ نکتہ مجھ پر کھولا۔ غرض اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتہ کے ذریعہ مجھے قرآن کریم کا علم عطا فرمایا ہے اور میرے اندر اُس نے ایسا ملکہ پیدا کر دیا ہے جس طرح کسی کو خزانہ کی کنجی مل جاتی ہے اِسی طرح مجھے قرآن کریم کے علوم کی کنجی مل چکی ہے۔ دنیا کا کوئی عالم نہیں جو میرے سامنے آئے اور میں قرآن کریم کی افضلیت اُس پر ظاہر نہ کرسکوں۔ یہ لاہور شہر ہے یہاں یونیورسٹی موجود ہے، کئی کالج یہاں کھلے ہوئے ہیں، بڑے بڑے علوم کے ماہر اِس جگہ پائے جاتے ہیں **میں اِن سب سے کہتا ہوں دنیا کے کسی علم کا ماہر میرے سامنے آجائے، دنیا کا کوئی پروفیسر میرے سامنے آجائے، دنیا کا کوئی سائنسدان میرے سامنے آجائے اور وہ اپنے علوم کے ذریعہ قرآن کریم پر حملہ کر کے دیکھ لے میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُسے ایسا جواب دے سکتا ہوں کہ دنیا تسلیم کرے گی کہ اُس کے اعتراض کا ردّ ہوگیا اور میں دعویٰ کرتا ہوں کہ میں خدا کے کلام سے ہی اُس کو جواب دوں گا اور قرآن کریم کی آیات کے ذریعہ سے ہی اس کے اعتراضات کو ردّ کر کے دکھا دوں گا۔**

دوسری پیشگوئی میرے متعلق یہ کی گئی تھی کہ اس پر خدا کا کلام نازل ہوگا۔ یہ پیشگوئی بھی میری ذات میں پوری ہوئی اور خدا تعالیٰ نے سینکڑوں مرتبہ غیب کی باتیں مجھ پر ظاہر کیں۔ مَیں اِس وقت صرف دو تازہ مثالیں دے دیتا ہوں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے کلام سے نوازا اور غیب کی خبریں مجھ پر ظاہر فرمائی۔ ۱۹۳۹ء کی بات ہے میں اُس وقت دھرم سالہ میں تھا اور خبریں یہ آرہی تھیں کہ انگریزوں اور جرمنی میں لڑائی چھڑنے والی ہے۔ اُنہی دنوں میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوں اور ایک فرشتہ میرے سامنے انگلستان اور فرانس کی حکومتوں کی باہمی خط و کتابت پیش کر رہا ہے وہ کاغذات میرے سامنے پیش کرتا چلا جاتا ہے اور میں ان کاغذات کو پڑھ کر اُسے واپس دیتا چلا جاتا ہوں گویا فائل میں سے وہ ایک ایک کاغذ نکالتا اور میرے سامنے پیش کرتا ہے اور میں پڑھنے کے بعد اُسے واپس دے دیتا ہوں۔ اِسی

دَوران میں اُس نے ایک کاغذ میرے سامنے پیش کیا اور میں نے دیکھا کہ وہ ایک خط ہے جو انگلستان کے وزیرِاعظم نے فرانسیسی حکومت کی طرف لکھا ہے اور اُس کا مضمون یہ ہے کہ جنگ کی حالت ایسی خطرناک ہوگئی ہے کہ آج ہمارا ملک دشمن کے ہاتھوں میں چلے جانے کے خطرہ میں ہے۔ میں اِس نہایت ہی نازک حالت میں فرانس کو پیشکش کرتا ہوں کہ فرانسیسی اور انگریزی دونوں حکومتوں کا اِلحاق کر دیا جائے اِس طور پر کہ شہریت کے حقوق مشترک ہو جائیں یعنی حکومت ایک ہو، پارلیمنٹیں ملا دی جائیں۔خوراک کے ذخائر اور خزانہ بھی ایک ہی سمجھا جائے۔ یہ چٹھی پڑھ کر خواب میں مَیں سخت گھبرا گیا کہ کیا انگلستان کی ایسی حالت ہونے والی ہے کہ وہ فرانس کو یہ آفر (OFFER) پیش کرے گا کہ ہماری اور تمہاری دونوں حکومتیں ایک ہو جائیں اور شہریت کے حقوق مشترک کر دیئے جائیں۔ جب مَیں گھبراتا ہوں تو فرشتہ مجھے کہتا ہے یہ چھ ماہ پہلے کی بات ہے یعنی چھ مہینہ کے بعد حالت بدل جائے گی اور انگلستان کی کمزوری کی یہ حالت جاتی رہے گی۔مَیں نے یہ رؤیا اُسی وقت دوستوں کو سنا دی تھی۔ چنانچہ اس رؤیا کے عین مطابق بعد میں واقعات رونما ہوئے۔ اِس رؤیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو باتیں بتائی گئی تھیں وہ یہ تھیں۔

اوّل۔ جرمنی اور انگریزوں کی لڑائی ہوگی۔

دوم۔ انگلستان اور فرانس ایک طرف ہوں گے۔ یہ تو سب لوگ کہتے ہی تھے جہاں سے پیشگوئی کا حصہ شروع ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اِس جنگ میں انگلستان پر ایک ایسا نازک وقت آئے گا جب انگریزی حکومت فرانسیسی حکومت سے درخواست کرے گی کہ انگریزی اور فرانسیسی گورنمنٹ کو ایک کر دیا جائے۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں یہاں پر بڑے بڑے پروفیسر موجود ہیں، تاریخ دان بیٹھے ہوئے ہیں، میں اِن سب سے کہتا ہوں کہ دنیا کے کسی ملک کی تاریخ نکال کر دیکھ لو تمہیں کہیں یہ مثال نہیں ملے گی کہ دو زبردست حکومتوں میں سے جب ایک کو خطرہ محسوس ہوا ہو تو اُس نے دوسری حکومت سے یہ کہا ہو کہ آ و ہم تم دونوں ایک ہو جائیں۔کوئی انسانی دماغ ایسی بات نہیں کہہ سکتا تھا کیونکہ انسانی دماغ وہی بات کہہ سکتا ہے جس کی مثالیں پہلے ملتی ہوں مگر میں نے بتایا ہے چھ سات ہزار سال کی تاریخ موجود ہے۔ امریکہ کی تاریخ لے لو،

انگلستان کی تاریخ لے لو، ہندوستان کی تاریخ لے لو، ایران، مصر اور عرب کی تاریخ لے لو، چین اور جاپان کی تاریخ لے لو، دنیا کی کسی تاریخ میں سات ہزار سال کے لمبے عرصہ میں تمہیں یہ مثال نہیں ملے گی کہ دو زبردست حکومتوں میں سے ایک نے دوسری کو یہ پیشکش کی ہو کہ آؤ اِس موقع پر ہم دونوں ایک ہو جائیں اور دونوں حکومتوں کو باہم ملا دیا جائے۔ مگر سب لوگ جانتے ہیں ۱۹۴۰ء میں جب فرانسیسی حکومت کو شکست ہوئی تو اُس وقت برطانیہ نے خیال کیا کہ اگر فرانس صلح نہ کرے تو اس وقت تک کچھ نہ کچھ مزاحمت اس کی طرف سے جاری رہے گی اس کے جہاز بھی لڑتے رہیں گے اور اس کی نو آبادیاں بھی کسی نہ کسی صورت میں جنگ جاری رکھیں گی لیکن اگر اس نے صلح کر لی تو جرمنی کا سارا زور ہم پر آ پڑے گا۔ چنانچہ اُس وقت حکومت برطانیہ نے وہ کام کیا جس کی نظیر آج تک دنیا کی تاریخ پیش نہیں کر سکتی اور انگلستان کے وزیر اعظم نے فرانسیسی حکومت کو تار دیا کہ دونوں ملکوں کی حکومت ایک کر دی جائے۔ پس وہ الفاظ جو آج سے پہلے دنیا کی تاریخ میں کبھی سُنے نہیں گئے تھے خدا نے مجھے بتائے اور وہی الفاظ انگلستان کے وزیر اعظم نے فرانسیسی حکومت کو لکھ کر بھیج دیئے۔ پھر اس رؤیا میں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ چھ ماہ کے بعد یہ حالت بدل جائے گی۔ چنانچہ جب رؤیا کا ایک حصہ پورا ہو گیا تو ہماری جماعت کے دلوں میں ایک جوش پیدا ہوا اور اُنہوں نے چھ ماہ کے بعد انگریزوں کی حالت بدل جانے کی خبر کثرت سے لوگوں میں پھیلانی شروع کر دی۔ چنانچہ یہ بات لوگوں میں خوب پھیل گئی بلکہ بعض لوگوں نے تو اپنے گھروں میں یہ خبر لکھ کر لٹکا لی۔ چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے بھی یہ رؤیا بہت سے انگریز حُکّام تک پہنچا دی کہ چھٹے مہینہ تک انگریزوں کی حالت بدل جائے گی۔ چنانچہ ایک دفعہ لارڈ لنلتھگو وائسرائے ہند نے چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب سے کہا کہ ظفر اللہ خاں! کیا تم سمجھتے ہو کہ ہماری یہ حالت کبھی درست ہو سکے گی؟ اس پر چوہدری صاحب نے کہا یقیناً ۱۵ر دسمبر کو یہ حالت بدل جائے گی (کیونکہ برطانیہ نے دونوں حکومتوں کے اِلحاق کی پیشکش ۱۵ر جون ۱۹۴۰ء کو کی تھی) چنانچہ عین چھٹے مہینے اٹلی کی فوجوں کو مصر میں شکست ہونی شروع ہوئی اور حالاتِ جنگ میں یہ پہلی تبدیلی اتحادیوں کی فتح کا پیش خیمہ بن گئی۔

دوسری رؤیا جس کے کئی انگریز بھی گواہ ہیں اور ہندوستانی بھی۔ وہ بھی ایسی ہی ہے جس کا

کوئی سلیم الطبع انسان انکار نہیں کرسکتا۔ میں نے ایک دفعہ رؤیا میں دیکھا کہ میں انگلستان میں ہوں اور مجھے کہا گیا ہے کہ کیا آپ ہمارے ملک کو دشمن کے حملہ سے بچا سکتے ہیں۔ میں اُن سے کہتا ہوں کہ مجھے جنگی سامانوں اور اپنے کارخانوں کا معائنہ کرنے دو۔ اس کے بعد میں اپنی رائے کا اظہار کرسکوں گا۔ چنانچہ میں نے انگریزوں کے جنگی سامان کا معائنہ کیا اور میں نے کہا اور تو سب کچھ ٹھیک ہے صرف ہوائی جہاز کم ہیں۔ اگر ہوائی جہاز مل جائیں تو انگلستان کو فتح حاصل ہوسکتی ہے۔ جب میں نے یہ کہا کہ انگریزوں کے پاس صرف ہوائی جہازوں کی کمی ہے اگر یہ کمی پوری ہو جائے تو انہیں فتح حاصل ہوسکتی ہے تو یکدم رؤیا کی حالت میں مَیں نے دیکھا کہ امریکہ سے تار آیا ہے جس میں لکھا ہے:

The British Representative from America wishes that the American Government has delivered 2800 aeroplanes to the British Government.

یعنی امریکن گورنمنٹ نے ۲۸ سَو ہوائی جہاز بھجوا دیئے ہیں۔ جب یہ تار آتا ہے تو میں نے کہا اب میں انگلستان کی حفاظت کا کام آسانی سے سرانجام دے سکوں گا۔ یہ رؤیا مجھے ستمبر ۱۹۴۰ء میں آئی۔ دوسرے تیسرے دن چوہدری ظفراللہ خاں صاحب قادیان آئے اور میں نے اُن سے اِس رؤیا کا ذکر کیا انہوں نے کئی انگریز حُکّام کو اِس رؤیا کی خبر دے دی۔ یہاں تک سرکلو جو کہ اُس وقت ریلوے ممبر تھے اور بعد میں آسام کے گورنر مقرر ہوئے اُن سے بھی اِس کا ذکر کر دیا۔ اِسی طرح سر راما سوامی مدلیار اور دوسرے معزز لوگوں سے چوہدری ظفراللہ خان صاحب نے کہہ دیا کہ امام جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بتایا گیا ہے کہ حکومت امریکہ ۲۸ سَو ہوائی جہاز برطانیہ کی مدد کیلئے بھجوائے گی۔ دیکھو! قیاس سے انسان یہ تو کہہ سکتا ہے کہ امریکہ انگلستان کی مدد کرے گا۔ قیاس سے انسان یہ بھی کہہ سکتا ہے شاید امریکہ ہوائی جہاز بھجوا دے مگر مسٹر چرچل بھی قیاس سے یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ امریکہ ۲۸ سَو ہوائی جہاز بھجوائے گا اور نہ دنیا کا کوئی انسان محض عقل سے کام لے کر یہ تعداد معین کرسکتا تھا۔ مگر اِس رؤیا کے تیسرے مہینے ہی مَیں ایک مسجد میں بیٹھا تھا اور دوستوں سے باتیں کر رہا تھا کہ ایک شخص دَوڑا دَوڑا آیا اور کہنے لگا آپ کے کمرے کا دروازہ بند ہے اور اندر ٹیلیفون کی گھنٹی بج رہی ہے معلوم ہوتا ہے

کوئی ضروری فون آیا ہے۔مَیں گیا اور رسیور اُٹھا کر مرکز سے میں نے دریافت کیا کہ مجھے کون فون کر رہا تھا؟ ہمارا ٹیلیفون کا مرکز امرتسر ہے وہاں سے جواب آیا کہ دہلی سے آپ کی طرف فون آیا ہے۔ میں نے کہا میں آ گیا ہوں دہلی سے کنکشن کر دو۔تھوڑی دیر کے بعد سر ظفر اللہ خان صاحب کی آواز آئی جو کانپ رہی تھی کہ مبارک ہو۔ میں نے کہا خیر مبارک مگر مجھے پتہ نہیں لگ سکا کہ یہ کیسی مبارک ہے۔انہوں نے کہا آپ کو یاد ہے آپ نے مجھے ایک رؤیا سنایا تھا کہ امریکہ سے تار آئی ہے کہ اُس نے برطانیہ کی مدد کے لئے ۲۸ سَو ہوائی جہاز بھجوائے ہیں۔ میں نے کہا مجھے خوب یاد ہے۔وہ کہنے لگے مبارک ہو اِس وقت تار میرے سامنے پڑی ہے اور اِس کے الفاظ یہ ہیں کہ:۔

The British Representative from America wishes that the American Government has delivered 2800 aeroplanes to the British Government.

پھر انہوں نے کہا کہ جس وقت یہ تار مجھے ملی میں نے اُسی وقت اُن سرکاری حُکّام کو فون کیا جن کو میں نے یہ خواب بتائی ہوئی تھی اور اُن سب کو یاد دلایا کہ دیکھو! امام جماعت احمدیہ کی جو خواب میں نے تم کو بتائی تھی وہ آج کس شان کے ساتھ پوری ہوگئی۔ اُنہوں نے بتایا کہ میں نے سر کلو کو بھی فون کیا کہ تم کو معلوم ہے کہ امام جماعت احمدیہ کی میں نے تمہیں ایک خواب بتائی تھی؟ بعض دفعہ خدا تعالیٰ انسان سے غلطی کرا دیتا ہے تاکہ اُس پر زیادہ حُجّت ہو۔سر کلو کہنے لگے ظفر اللہ خاں! تار تو آئی ہے مگر جہازوں کی جتنی تعداد تم نے بتائی تھی اُتنی تعداد کا تار میں ذکر نہیں۔ظفر اللہ خاں کہتے ہیں مَیں نے کہا تمہیں کیا یاد ہے؟ وہ کہنے لگے تم نے تو ۲۸ سَو ہوائی جہازوں کا ذکر کیا تھا اور تار میں ۲۵ سَو ہوائی جہاز بھجوانے کا ذکر ہے انہوں نے جلدی سے ۲۸ سَو کو ۲۵ سَو پڑھ لیا۔ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کہنے لگے تمہارے پاس تار ہے وہ کہنے لگے ہاں میرے سامنے ہی پڑی ہے چوہدری صاحب کہنے لگے اِسے پھر پڑھو۔ سر کلو نے دوبارہ تار پڑھی تو کہنے لگے۔اوہو! ظفر اللہ خاں یہ تو ۲۸ سَو ہوائی جہازوں کا ہی ذکر ہے۔

یہ دو مثالیں میں نے اِس اَمر کی بیان کی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کس طرح اپنے غیب کا اظہار کیا۔ابھی میری ایک بیوی (اُمِّ طاہر) فوت ہوئی ہیں وہ میری نہایت پیاری بیوی تھیں

سلسلہ کے کام میں ہمیشہ میرے ساتھ تعاون کرنے والی تھیں۔ ۲۳ سال میرے ساتھ رہیں۔ اِن کی وفات سے بارہ سال پہلے خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی تھی کہ اِن کا آپریشن ہو گا اور پھر اِن کا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔ اِسی طرح مجھے بتایا گیا تھا کہ جب وہ فوت ہوں گی تو دو عورتیں اِن کے پاس ہوں گی۔ وہ جب تک بیمار رہیں ہمیشہ ایک عورت خدمت کے لئے اِن کے پاس موجود رہی مگر وفات سے چار پانچ دن پہلے اُنہوں نے اصرار کر کے ایک اور عورت کو بُلوایا۔ اور جب اِن کی وفات ہوئی تو ایک عورت اِن کے دائیں طرف بیٹھی تھی اور دوسری بائیں طرف۔ غرض اللہ تعالیٰ نے سینکڑوں مرتبہ مجھے اپنے غیب سے اطلاع دی ہے اور اِس طرح وہ پیشگوئی پوری ہو گئی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائی تھی کہ میرا ایک بیٹا ہو گا جس پر اللہ تعالیٰ کا کلام نازل ہو گا۔ لوگوں نے کہا کہ مرزا صاحب جھوٹ بولتے ہیں، وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ خدا اِن سے ہمکلام ہوتا ہے مگر درحقیقت خدا اِن سے ہمکلام نہیں ہوتا۔ تب خدا نے یہ عظیم الشان نشان اِن کے ہاتھ پر ظاہر فرمایا تا لوگوں پر ظاہر کرے کہ اِن کا خدا سے تعلق ہے اور خدا اپنے اسرار اِن پر ظاہر فرماتا ہے۔

دنیا میں کون کہہ سکتا ہے کہ میرے ہاں ضرور بیٹا پیدا ہو گا۔ پھر کون کہہ سکتا ہے کہ وہ بیٹا زندہ رہے گا۔ پھر کون کہہ سکتا ہے کہ وہ ایک جماعت کا امام بنے گا۔ پھر کون کہہ سکتا ہے کہ وہ دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا اور پھر کون کہہ سکتا ہے کہ خدا کا کلام اُس پر نازل ہو گا۔ یقیناً کوئی انسان ایسی باتیں اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتا اور نہ کسی انسان کی طاقت اور قدرت میں یہ بات داخل ہے کہ وہ اِن باتوں کو پورا کر سکے۔ پس یہ نشانات جو میرے ذریعہ سے ظاہر ہوئے انہوں نے روز روشن کی طرح ظاہر کر دیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے مسیح نے جو خبر دی تھی وہ سچی ثابت ہوئی۔

پس اے لوگو! مَیں تمہیں خدا کی طرف بلاتا ہوں۔ میں تم سب سے کہتا ہوں کہ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۔ ہم نے خدا کے مامور کو آواز دیتے سنا اور ہم اس پر ایمان لائے اور ہم آپ لوگوں سے بھی یہی توقع رکھتے ہیں کہ آپ اِس اَمر پر غور کریں گے، آپ اپنی جانوں پر رحم کریں، اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں پر رحم کریں، اپنی نسلوں پر رحم کریں اور خدا تعالیٰ کے مامور کو قبول کر کے اپنی عاقبت کو درست کر

لیں ۔ یقیناً جولوگ خدا تعالیٰ کے مامور کو قبول کریں گے، خدا تعالیٰ اُن کے گھروں کو اپنی برکتوں سے بھر دے گا۔ مگر وہ جو خدا تعالیٰ کے مامور کو ردّ کر دیں گے اُن پر اُس کی برکتوں کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور ایسے وجود انتہائی طور پر بدقسمت ہوں گے۔ خدا نہ کرے آپ اُن بدقسمت لوگوں میں سے ہوں اور خدا تعالیٰ کے مامور کو ردّ کر کے اُس کی رحمت کے دروازوں کو بند کرنے والے ہوں۔

ہماری اللہ تعالیٰ سے یہی دعا ہے کہ وہ آپ لوگوں کے دلوں کو کھول دے۔ حق آپ پر واضح کر دے اور محمدی فوج میں آپ سب کو داخل کر دے تا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے سچے متبعین میں شامل ہو کر آپ دنیا میں امن اور انصاف قائم کرنے کا موجب ہوں۔ روحانیت کی ترقی ہو، تقویٰ کا قیام ہو اور سب لوگ قدم سے قدم اور کندھے سے کندھا ملا کر دنیا کے ہر ملک اور دنیا کے ہر گوشہ میں خدا تعالیٰ کے انوار کو پھیلا دیں۔

ہم نہ مسلمانوں کے دشمن ہیں نہ عیسائیوں، ہندوؤں اور یہودیوں کے دشمن ہیں بلکہ ہم سب کے دوست اور خیر خواہ ہیں اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اِن کے کانوں تک اپنی آواز پہنچائیں۔ مَیں حیران ہوں کہ لوگ ہم سے کیوں دشمنی کرتے ہیں۔ جب ہم مانتے ہیں کہ وہ ایک غلط راستہ پر ہیں تو کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم دوسروں کو صحیح راستہ پر لائیں اور غلط راستہ پر چلنے سے انہیں روکیں۔ مان لو کہ ہم غلطی پر ہیں مگر بہر حال جب ہم سمجھتے ہیں کہ دوسرے لوگ ایک ایسے راستہ پر چل رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہے تو کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم لوگوں کو سمجھائیں اور انہیں صحیح راستہ پر چلائیں؟ اگر ایک شخص کنویں میں گر رہا ہو تو کیا دوسرے کا فرض نہیں ہوتا کہ وہ اُس کو بچانے کی کوشش کرے۔ ہم جب سمجھتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ خدا تعالیٰ کے آخری شرعی رسول ہیں، جب ہم سمجھتے ہیں کہ قرآن اُس کا آخری شرعی کلام ہے، جب ہم سمجھتے ہیں کہ اسلام خدا کا نور ہے اور اُس کی برکتیں اُنہی لوگوں کو مل سکتی ہیں جو اُس کے احکام پر عمل کریں تو پھر ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ ہم دوسروں کو تبلیغ کریں اور انہیں سمجھائیں کہ صحیح راستہ کون سا ہے اور غلط راستہ کونسا۔ پس اگر ہماری جماعت کے افراد آپ لوگوں کے پاس تبلیغ کے لئے آتے ہیں تو آپ کو ہماری ہمدردی اور ہمارے جذبۂ اخوت کی قدر کرنی چاہئے کہ ہم

تکلیف اُٹھا کر اور اپنے وقت کی قربانی کر کے آپ لوگوں کے پاس آتے ہیں۔ اگر آپ لوگوں کو ہماری باتوں پر یقین نہیں آتا تب بھی آپ کا فرض ہے کہ ہماری قدر کریں اور ہمارے جذباتِ اخلاص اور محبت کو اُسی نگاہ سے دیکھیں جس نگاہ کے یہ مستحق ہیں۔

اَب ہماری جماعت کے وہ مبلّغ جو اِس وقت یہاں موجود ہیں آپ لوگوں کو بتائیں گے کہ کس طرح میرے زمانہ میں اسلام کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ پیشگوئی پوری ہوئی جو آپ نے اپنے بیٹے کے متعلق فرمائی تھی کہ اُس کے زمانہ میں سلسلہ کا نام دنیا کے کناروں تک پھیلے گا۔ بعض مبلّغ اِس وقت جنگ کی وجہ سے بیرونی ممالک میں قید ہیں اِس لئے اُن کی جگہ بعض دوسرے دوست مختصر طور پر سلسلہ کے حالات بیان کریں گے۔

(اِس پر بعض مبلغین سلسلہ نے بتایا کہ مصلح موعود کے مبارک دَور میں کس طرح اسلام اور احمدیت کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچا۔ آخر میں حضور نے فرمایا۔)

ابھی بہت سے تبلیغی مشنوں کی رپورٹیں باقی ہیں۔ چنانچہ چین مشن، جاپان مشن، سماٹرا مشن، جاوا مشن، ملایا مشن، سٹریٹ سیٹلمینٹس، بورنیو مشن، سروبایا مشن، ایران مشن، کابل مشن اور اِسی طرح بعض دوسرے تبلیغی مشنوں کے حالات سنانے باقی ہیں۔ مگر چونکہ بہت سے لوگوں نے ساڑھے چھ بجے کی گاڑی سے واپس جانا ہے اِس لئے اِن مشنوں کی تبلیغی رپورٹیں ملتوی کر دی گئی ہیں اور اِس کی بجائے میں نے صرف اِن مشنوں کے نام سنا دیئے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے مجھے توفیق عطا فرمائی کہ میں اِن تمام ممالک میں اسلام اور احمدیت کی تبلیغ کے لئے مشن قائم کروں۔ چنانچہ ایران میں احمدیہ مشن قائم ہوا، چین میں احمدیہ مشن قائم ہوا، جاپان میں احمدیہ مشن قائم ہوا، سماٹرا میں احمدیہ مشن قائم ہوا، جاوا میں احمدیہ مشن قائم ہوا، ملایا میں احمدیہ مشن قائم ہوا، سٹریٹ سیٹلمینٹس میں احمدیہ مشن قائم ہوا۔ بورنیو میں احمدیہ مشن قائم ہوا اور اِسی طرح ہر اُس ملک میں احمدیہ مشن قائم ہوا جس کے حالات ابھی مختصر طور پر آپ لوگوں کے سامنے بیان کئے گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے اِن ممالک میں اسلام کی تبلیغ ایسے رنگ میں ہوئی ہے کہ ہزارہا لوگ جو اسلام کی ترقی اور اِس کی اشاعت سے مایوس ہو چکے

تھے اُن کے دلوں میں پھر یہ امید پیدا ہوگئی ہے کہ اسلام دنیا میں پھیل کر رہے گا اور دنیا کا کوئی مذہب اس پر غالب نہیں آ سکتا۔ بعض ممالک میں ہمارے مبلغین پر بڑی سختی بھی کی گئی مگر ایک ملک بھی ایسا نہیں جہاں ہمارے مبلغین سے بُرا سلوک کیا گیا ہو اور خدا نے اُسے سزا دیئے بغیر چھوڑا ہو۔ پولینڈ میں جب مَیں نے اپنے مبلّغ کو بھیجا اور اُس نے عیسائیت کے مقابلہ میں اسلام کو ترقی دینی شروع کی تو وہاں کی حکومت کو فکر پڑ گئی کہ ایسا نہ ہو یہاں کے مسلمان منظّم ہو جائیں اور عیسائیت کے لئے ان کا مقابلہ کرنا مشکل ہو جائے۔ وہاں صدیوں سے مسلمان رہتے ہیں مگر بالکل کسمپرسی اور بے کسی کی حالت میں۔ جب ہمارا مبلّغ گیا اور اُس نے تبلیغ کی اور اسلام کی صداقت ثابت کرنی شروع کی تو حکومت نے خیال کیا کہ ایسا نہ ہو مسلمان منظّم ہو جائیں اور وہ ہمارے خلاف کھڑے ہو جائیں چنانچہ اُس نے راتوں رات ہمارے مبلّغ کو پکڑا اور اُسے اپنے ملک سے نکال کر زیکوسلوا کیہ کی سرحد پر لا کر چھوڑ دیا۔ اُس نے خیال کیا کہ وہ احمدیت کو اِس طرح مٹا سکے گی وہ اسلام کو پولینڈ میں پھیلنے سے روک سکے گی مگر خدا نے اُس حکومت سے بدلہ لیا۔ ہٹلر نے اس ملک پر فوج کشی کی اور راتوں رات وہاں کی حکومت اپنے ملک کو چھوڑ کر بھاگ کھڑی ہوئی اور اِس طرح خدا نے بتا دیا کہ اسلام کا خدا ایک زندہ خدا ہے۔

دوسرا ملک جہاں ہمارے مبلّغ پر سختی کی گئی البانیہ ہے۔ شاہ زوغو کی حکومت نے بھی سختی سے ہمارے مبلّغ کا مقابلہ کیا اور اُسے اپنے ملک سے نکال دیا۔ مگر پھر وہی بادشاہ جس نے ہمارے مبلّغ کو نکالا تھا تاج وتخت سے محروم کر دیا گیا اور اُسے اپنے ملک سے بھاگنا پڑا۔

تیسری حکومت جس نے ہمارے مبلغین سے سختی کی افغانستان کی حکومت ہے۔ امیر امان اللہ خان نے اعلان کیا کہ ان کے ملک میں تبلیغ کی اجازت ہے بلکہ محمود طرزی صاحب سابق وزیر خارجہ حکومت افغانستان نے ہمیں خود لکھا کہ آپ اپنے مبلّغ اِس علاقہ میں بھجوا دیں انہیں تبلیغ کی مکمل آزادی ہوگی مگر جب میں نے اپنے مبلّغ بھجوائے تو حکومت افغانستان نے مُلّانوں کے شور سے مرعوب ہو کر ہمارے چار آدمی یکے بعد دیگرے سنگسار کر دیئے تب خدا نے اس حکومت سے بھی بدلہ لیا اور امان اللہ خان جو افغانستان کے تاج وتخت کا مالک تھا خدا نے اُسے ایسی سزا دی کہ وہ اپنا ملک چھوڑ کر بھاگا اور آج تک جلاوطنی میں اپنی زندگی بسر کر رہا ہے۔

غرض خدا تعالیٰ کی تازہ تائیدات نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ سلسلہ خدا تعالیٰ کا قائم کردہ سلسلہ ہے اور اُس کی نصرت اور تائید اِس کے شاملِ حال ہے اِس طرح وہ پیشگوئی جو آج سے ۵۹ سال پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے کی گئی تھی کہ میں تجھے ایک بیٹا عطا کروں گا جو خدا تعالیٰ کی رحمت کا نشان ہوگا، جو خدا تعالیٰ کی قدرت کا نشان ہوگا، جو خدا تعالیٰ کے فضل اور احسان کا نشان ہوگا، اُس کے ذریعہ اسلام اور احمدیت کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا۔ وہ پیشگوئی بڑی شان اور جاہ و جلال کے ساتھ پوری ہوگئی۔ آج سینکڑوں ممالک زبانِ حال سے گواہی دے رہے ہیں کہ میرے زمانۂ خلافت میں ہی اسلام کا نام اُن تک پہنچا، میرے زمانۂ خلافت میں ہی احمدیت کے نام سے وہاں کے رہنے والوں کے کان آشنا ہوئے۔ ایک نہیں، دو نہیں بیسیوں ممالک میں میرے ذریعہ سے اسلام اور احمدیت کا نام پہنچا اور خدا نے مجھے توفیق عطا فرمائی کہ میں ایک غریب جماعت کے ذریعہ ان ممالک میں اسلام کا جھنڈا بلند کروں۔

اِسی لاہور شہر میں ایک مشہور اخبار کا ایڈیٹر ہمیشہ اپنے اخبار میں شور مچاتا رہتا ہے کہ احمدیوں کا گروہ ایک چھوٹا سا گروہ ہے، ایک حقیر اور ذلیل گروہ ہے، زیادہ سے زیادہ اِن کی تعداد ایک لاکھ ہے۔ یہ ایک لاکھ اگر مسلمانوں سے خارج کر دیئے جائیں تو اِس سے اسلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ مگر وہ ایک لاکھ افراد جن کو اسلام اور مسلمانوں سے خارج قرار دے کر اِس اخبار کے ایڈیٹر کے نزدیک مسلمانوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا وہی اور صرف وہی ایک گروہ ہے جو دنیا کے کناروں تک اسلام کی تبلیغ کر رہا ہے، وہی ایک گروہ ہے جو دنیا کے کناروں تک خدا اور اس کے رسول کا نام پہنچا رہا ہے، وہی ایک گروہ ہے جو دنیا کے کناروں تک اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا بڑی مضبوطی سے گاڑ رہا ہے۔ یہ ایک مٹھی بھر جماعت ہے مگر اِس مٹھی بھر جماعت نے دنیا میں جس قدر تبلیغی مشن قائم کر کے دکھائے ہیں اِن سے آدھے مشن ہی کروڑوں مسلمان کہلانے والے ہمیں دنیا میں دکھا دیں جو اُنہوں نے قائم کئے ہوں۔ وہ لوگ جو ہمارے ذریعہ شرک کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہوئے، وہ لوگ جو ہمارے ذریعہ عیسائیت کو چھوڑ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے، وہ لوگ جو ہمارے ذریعہ دین اسلام

میں شامل ہوئے اُن کے مقابلہ میں مسلمان ہمیں نصف ہی ایسے لوگ دکھا دیں جنہوں نے ان کے ہاتھ پر شرک اور کفر سے توبہ کی ہو، جنہوں نے ان کے ہاتھ پر اسلام اور قرآن کی صداقت کا اعتراف کیا ہو۔

پھر میرے ذریعہ بیرونی ممالک میں صرف احمدیہ مشن ہی قائم نہیں ہوئے بلکہ کئی ایسے ممالک ہیں جہاں میرے زمانۂ خلافت میں خود بخود احمدیت کا نام پہنچ گیا اور خدا تعالیٰ نے غیب سے ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ ایسے ممالک میں جن کا ہمیں علم تک نہیں تھا تبلیغ کے رستے کھل گئے اور وہاں کے رہنے والے آپ ہی آپ ہمارے سلسلہ میں شامل ہو گئے۔ چنانچہ سعد پاشا جو کُردوں کے لیڈر تھے اُنہوں نے ایک بیان میں اقرار کیا کہ میں احمدی ہوں حالانکہ ہمیں کچھ علم نہ تھا کہ وہ احمدیت اختیار کر چکے ہیں۔ کُرد قوم نے مصطفیٰ کمال کے زمانہ میں ترکی حکومت کے خلاف بغاوت کی تھی جس کے نتیجہ کے طور پر جنرل سعد پاشا جو کرد قوم کے لیڈر تھے گرفتار کر لئے گئے اور اُن کا کورٹ مارشل کیا گیا ہے۔ اُنہوں نے گرفتاری کے بعد جو بیان دیا وہ ترکی اخبارات میں شائع ہوا اور وہاں سے بعض مصری اخبارات نے نقل کیا جس سے ہمیں اُن کے حالات کا پتہ مل گیا۔ اُن سے پوچھا گیا کہ ترکی حکومت جو اسلامی حکومت ہے اُس کے خلاف اُنہوں نے کیوں بغاوت کی؟ کرد لیڈر نے جواب دیا کہ گو میری قوم سیاستاً ترکوں سے الگ ہونا چاہتی تھی مگر مجھے سیاسیات سے کوئی تعلق نہ تھا بلکہ بعض مذہبی رسائل پڑھ کر میں دل سے جماعت احمدیہ میں شامل ہو چکا تھا جس کا مرکز قادیان ہے اور میں نے اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ میں اب قادیان چلا جاؤں گا اور اپنی بقیہ عمر اسی جگہ گزار دوں گا کیونکہ مجھے یہ یقین ہو گیا ہے کہ اسلام کی آئندہ فتح تلوار سے نہیں بلکہ تبلیغ سے ہوگی پس میں چاہتا تھا کہ اپنی زندگی اسلام کے لئے وقف کر دوں اور اپنی جائداد وغیرہ فروخت کر کے قادیان چلا جاؤں۔ اِسی دوران میں مَیں نے چند ترک سپاہیوں کو دیکھا کہ وہ کُرد لڑکیوں کی ہتک کر رہے ہیں۔ میں نے انہیں سمجھایا کہ ایسا مت کرو۔ اِس پر اُن میں سے ایک نے مجھے مارا۔ یہ دیکھ کر مجھے جوش آ گیا اور میں نے اپنا پستول نکال کر اُن میں سے ایک کو قتل کر دیا۔ ایسی صورت میں مجبور ہو کر مجھے باغیوں سے ملنا پڑا اور اُنہوں نے مجھے اپنا لیڈر بنا لیا۔

اب دیکھو ایک قوم کا لیڈر احمدی ہو گیا مگر ہمیں اس کے احمدی ہونے کا کوئی علم نہ تھا اور نہ ہمارے اختیار میں تھا کہ ہم اُسے احمدی بنا سکتے۔ خدا نے خود اُس کا دل کھولا اور اُسے احمدیت کا شیدا بنا دیا۔ اسی طرح ترکی پارلیمنٹ کا ایک ممبر ذکر کرتا ہے کہ میں ایک دفعہ چین میں گیا اور وہاں میں نے چین کے ایک شہر کانٹن میں ایک مسجد کے سامنے چند لوگوں کو جھگڑتے دیکھا۔ میں نے دریافت کیا کہ وہ کیوں جھگڑ رہے ہیں؟ تو مجھے معلوم ہوا کہ وہاں مسلمانوں کی ایک جماعت ہے جو ہندوستان کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتی ہے اور کہتی ہے کہ ہندوستان کے ایک شہر میں خدا تعالیٰ نے اپنے مسیح اور مہدی کو بھیج دیا ہے اور ہم اُس کو ماننے والے ہیں۔ یہ جماعت دوسرے مسلمانوں سے جامع مسجد کے متعلق جھگڑ رہی تھی۔ احمدیہ جماعت کے افراد کہتے تھے کہ یہ مسجد ہماری ہے اور دوسرے مسلمان کہتے تھے کہ یہ مسجد ہماری ہے۔ اب دیکھو ہمیں پتہ بھی نہیں کہ وہاں احمدیہ جماعت قائم ہے مگر ترکی پارلیمنٹ کا وہ ممبر اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے کہ نہ صرف وہاں جماعت موجود ہے بلکہ اتنی بڑی جماعت موجود ہے کہ وہ ایک مسجد پر قبضہ کرنے کے لئے دوسرے مسلمانوں سے جھگڑتی اور اپنا حق دوسروں سے فائق سمجھتی ہے۔

غرض خدا تعالیٰ نے ایسے غیب سے سامان پیدا کر دیئے ہیں کہ ہماری جماعت آپ ہی آپ مختلف ممالک میں پھیلتی جا رہی ہے اور وہ پیشگوئی پوری ہو رہی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائی تھی کہ میرے ذریعہ اسلام اور احمدیت کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا۔ آپ لوگوں نے دیکھ لیا کہ یہ پیشگوئی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک بیٹے کے متعلق فرمائی تھی کس شان کے ساتھ پوری ہوئی اور چونکہ اکثر علامات جو اس بیٹے کی بتائی گئی تھیں وہ سالہا سال سے پوری ہو رہی تھیں اِس لئے جماعت ہمیشہ مجھے یہ کہا کرتی تھی کہ مصلح موعود آپ ہی ہیں۔ مگر میں نے اِس امر کو تسلیم کرنے سے انکار کیا اور میں نے کہا جب تک خدا مجھے آپ یہ اطلاع نہ دے کہ میں اِس پیشگوئی کا مصداق ہوں اُس وقت تک میرا اپنے آپ کو اِس پیشگوئی کا مصداق قرار دے کر دعویٰ کرنا درست نہیں ہوسکتا۔ یہی حالت ایک لمبے عرصہ تک رہی یہاں تک کہ اِس سال کے شروع میں ۵ اور ۶ جنوری کی درمیانی رات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے الہام کے ذریعہ بتایا کہ میں ہی وہ **مصلح موعود ہوں جس کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی**

میں ذکر کیا گیا تھا اور میرے ذریعہ ہی دور دراز ملکوں میں خدائے واحد کی آواز پہنچے گی، میرے ذریعہ ہی شرک کو مٹایا جائے گا اور میرے ذریعہ ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا۔ خصوصاً مغربی مما لک جہاں توحید کا نام مٹ چکا ہے وہاں میرے ذریعہ ہی اللہ تعالیٰ توحید کو بلند کرے گا اور شرک اور کفر کو ہمیشہ کیلئے مٹا دیا جائے گا۔ تب جبکہ خدا نے مجھے یہ خبر دیدی میں نے اِس کا دنیا میں اعلان کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ آج مَیں اِس جلسہ میں اُسی واحد اور قہار خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے اور جس پر افتراء کرنے والا اس کے عذاب سے کبھی بچ نہیں سکتا کہ خدا نے مجھے اسی شہر لاہور میں ۱۳ ٹمپل روڈ پر شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کے مکان میں یہ خبر دی کہ میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں اور میں ہی وہ مصلح موعود ہوں جس کے ذریعہ اسلام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا اور توحید دنیا میں قائم ہوگی۔ پس یہ جلسہ اِس غرض کیلئے کیا گیا ہے کہ آپ لوگوں کو بتایا جائے کہ وہ عظیم الشّان پیشگوئی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۸۶ء میں فرمائی تھی پوری ہوگئی۔ اِس پیشگوئی کی صداقت پر وہ لاکھوں لوگ گواہ ہیں جو میرے ذریعہ اسلام پر قائم ہوئے، جو میرے ذریعے توحید پر قائم ہوے، جو میرے ذریعہ خدا اور اس کے رسول کے والہ وشیدا بنے۔ عیسائی اِس بات کے گواہ رہیں کہ پیشگوئی پوری ہوگئی، آریہ اِس بات کے گواہ رہیں کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی، مسلمان اِس بات کے گواہ رہیں کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔

آج سے اُنسٹھ سال پہلے خدائے علیم وخبیر نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو خبر دی تھی کہ میرا ایک بیٹا ہوگا اور وہ دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا یہ پیشگوئی پوری ہوگئی، انگلستان اِس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی، سپین اِس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی، اٹلی اِس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی، برلن اِس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری گئی، ہنگری اِس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی، البانیہ اِس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی، یوگوسلاویہ اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی، پولینڈ اِس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی، زیکوسلواکیہ اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی

پوری ہوگئی، شمالی امریکہ اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی، جنوبی امریکہ اِس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی، سیرالیون اِس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی، گولڈکوسٹ اِس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی، نائیجیریا اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی، مصر اِس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی، کینیا کالونی اِس بات پر گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی، یوگنڈا اِس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی، زنجبار اِس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی، ٹانگانیکا اِس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی، سیلون اِس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی، ماریشس اِس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی، فلسطین اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی، شام اِس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی، روس اِس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی، چین اِس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی، جاپان اِس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی، سماٹرا اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی، جاوا اِس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی، ملایا اِس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی، بورنیو اِس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی، ایران اِس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی، کابل اِس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی، ہندوستان کا گوشہ گوشہ اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ دنیا میں کون ایسا انسان ہے جس میں یہ طاقت ہو کہ وہ دلوں کو فتح کر سکے، دنیا میں کون ایسا انسان ہے جو لوگوں کو اس عظیم الشّان قربانی پر آمادہ کر سکے۔ یہ خدا تعالیٰ کا ہی ہاتھ تھا جس نے دنیا میں اِس قدر تغیرات پیدا کئے، یہ خدا کا ہی ہاتھ تھا جس نے لوگوں کے دلوں کو کھینچا اور انہیں اسلام کے لئے اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو قربان کرنے کے لئے آمادہ کر دیا۔ چنانچہ ایک طرف اگر خدا نے یہ خبر دی کہ وہ میرے ذریعہ دنیا میں اسلام کا نام روشن کرے گا تو دوسری طرف اس نے ایک غریب جماعت میں اسلام اور احمدیت کی اشاعت کے لئے وہ ایمان پیدا کر دیا جس کی مثال آج روئے زمین پر اور کوئی جماعت پیش نہیں کر سکتی۔ ابھی ایک خطبہ جمعہ میں مَیں نے جماعت کے سامنے اعلان کیا کہ اسلام اِس وقت تم سے خاص قربانی کا مطالبہ کر رہا ہے تم اگر خدا کی رضا حاصل کرنا چاہتے ہو تو اپنی تمام جائدادیں اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر دو تا کہ

جب بھی اسلام پر کفر کا حملہ ہو ہمیں اس کے مقابلہ کے لئے یہ پریشانی نہ ہو کہ ہم روپیہ کہاں سے لائیں بلکہ ہر وقت ہمارے پاس جائدادیں موجود ہوں جن کو فروخت کر کے یا گرو رکھ کر ہم اسلام کی تبلیغ آسانی سے کر سکیں۔ ہماری جماعت ایک چھوٹی سی جماعت ہے، ہماری جماعت ایک غریب جماعت ہے مگر جمعہ کے دن دو بجے مَیں نے یہ اعلان کیا اور ابھی رات کے دس نہیں بجے تھے کہ چالیس لاکھ روپیہ سے زیادہ کی جائدادیں انہوں نے میری آواز پر خدمت اسلام کیلئے وقف کر دیں۔ جن میں سے پانچ سَو سے زیادہ مربعہ زمین ہے اور ایک سَو سے زیادہ مکان ہیں اور لاکھوں روپیہ کے وعدے ہیں۔ یہ وہ اللہ تعالیٰ کی تائید اور اُس کی نصرت کے نشانات ہیں جو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور جن کے بعد کوئی ازلی شقی ہی خدا تعالیٰ کے اِس نور کو قبول کرنے سے انکار کر سکتا ہے۔

میں نے اِس سے پہلے جس قدر مبلّغ دنیا میں بھجوائے وہ قریباً سب کے سب اناڑی تھے کوئی کالج میں سے نکلا تو میں نے اُس سے کہا کہ خدا کے دین کے لئے آج مبلّغوں کی ضرورت ہے کیا تم اس خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کر سکتے ہو؟ اور میرے کہنے پر وہ تبلیغ کے لئے نکل کھڑا ہوا۔

یہی مولوی ظہور حسین صاحب جنہوں نے ابھی روس کے حالات بیان کئے ہیں جب اِنہوں نے مولوی فاضل پاس کیا تو اُس وقت لڑکے ہی تھے۔ میں نے ان سے کہا کیا تم روس جاؤ گے؟ اِنہوں نے کہا میں جانے کے لئے تیار ہوں۔ میں نے کہا جاؤ گے تو پاسپورٹ نہیں ملے گا۔ کہنے لگے بے شک نہ ملے مَیں بغیر پاسپورٹ کے ہی اس ملک میں تبلیغ کے لئے جاؤں گا۔ آخر وہ گئے اور دو سال جیل میں رہ کر اِنہوں نے بتا دیا کہ خدا نے کیسے کام کرنے والے وجود مجھے دیئے ہیں۔ خدا نے مجھے وہ تلواریں بخشی ہیں جو کفر کو ایک لحظہ میں کاٹ کر رکھ دیتی ہیں، خدا نے مجھے وہ دل بخشے ہیں جو میری آواز پر ہر قربانی کرنے کے لئے تیار ہیں۔ میں انہیں سمندر کی گہرائیوں میں چھلانگ لگانے کے لئے کہوں تو وہ سمندر میں چھلانگ لگانے کے لئے تیار ہیں، مَیں انہیں پہاڑوں کی چوٹیوں سے اپنے آپ کو گرانے کے لئے کہوں تو وہ پہاڑوں کی چوٹیوں سے اپنے آپ کو گرا دیں، میں انہیں جلتے ہوئے تنوروں میں کُود جانے کا حکم دوں تو وہ

جلتے تنوروں میں کُود کر دکھا دیں۔ اگر خودکشی حرام نہ ہوتی، اگر خودکشی اسلام میں ناجائز نہ ہوتی تو مَیں اِس وقت تمہیں یہ نمونہ دکھا سکتا تھا کہ جماعت کے سَو آدمیوں کو مَیں اپنے پیٹ میں خنجر مار کر ہلاک ہو جانے کا حکم دیتا اور وہ سَو آدمی اِسی وقت اپنے پیٹ میں خنجر مار کر مر جاتا۔

خدا نے ہمیں اسلام کی تائید کے لئے کھڑا کیا ہے، خدا نے ہمیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بلند کرنے کے لئے کھڑا کیا ہے۔ دنیا مایوس ہو چکی تھی اسلام کی ترقی سے، دنیا کہہ رہی تھی کہ اسلام اب دنیا پر غالب نہیں آ سکتا۔ تب خدا نے میرے ہاتھ سے ان اناڑی لوگوں کو دنیا میں بھجوایا اور اِنہوں نے ہزاروں افراد کو اسلام کا حلقہ بگوش بنا دیا مگر یہ پہلی فوج اناڑیوں کی تھی۔ اب باقاعدہ ایک تعلیم یافتہ گروہ اِس غرض کے لئے تیار ہو رہا ہے جس نے اپنی تمام زندگی اسلام کی خدمت کے لئے وقف کی ہوئی ہے۔ ان میں سے اکثر گریجوایٹ ہیں اور ان کی تعداد ۲۵ کے قریب ہے۔ مگر میرا ارادہ ان کو ایک سَو تک پہنچانے کا ہے۔ اِن لوگوں کو تمام دینی علوم پڑھائے جائیں گے اور پھر جنگ کے بعد اِن کو دنیا کے مختلف ممالک میں پھیلا دیا جائے گا۔ ان کے اخراجات اور تبلیغی ضرورتوں کیلئے میں نے ایک فنڈ جاری کیا ہوا ہے جس کا نام تحریک جدید ہے اس کے ذریعہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اب تک اعلیٰ درجہ کی چار سَو مربع زمین خریدی جا چکی ہے اور آئندہ کے لئے سکیم یہ ہے کہ اِس فنڈ کی آمد سے ہی تمام اخراجات پورے کئے جائیں گے۔ غرض کام ہو رہا ہے اور وہ دن رات محنت کر کے دینی تعلیم کو مکمل کر رہے ہیں گویا پہلے اناڑیوں کی فوج تھی مگر اب باقاعدہ تعلیم یافتہ لوگوں کی فوج تیار ہو رہی ہے جن کو جنگ کے بعد دنیا کے کناروں تک پھیلا دیا جائے گا اور وہ دنیا کے کونے کونے اور گوشے گوشے میں اسلام اور قرآن کی تبلیغ کریں گے۔ جہاں آج خدائے واحد کا نام بھی نہیں لیا جاتا وہاں تھوڑے دنوں تک ہی تم دیکھ لوگے ان علاقوں کے کونے کونے سے یہ آواز اُٹھتی سنائی دے گی کہ اَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

قوموں نے ہماری مخالفت کی، ملکوں نے ہماری مخالفت کی، حکومتوں نے ہماری مخالفت کی مگر خدا نے ہمارا ساتھ دیا اور جس کے ساتھ خدا ہو اُسے نہ حکومتیں نقصان پہنچا سکتی ہیں، نہ سلطنتیں نقصان پہنچا سکتی ہیں، نہ بادشاہتیں نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ پس اے اہل لاہور! میں تم کو

خدا کا پیغام پہنچاتا ہوں۔ میں تمہیں اُس ازلی ابدی خدا کی طرف بلاتا ہوں جس نے تم سب کو پیدا کیا۔تم مت سمجھو کہ اِس وقت مَیں بول رہا ہوں۔ اِس وقت مَیں نہیں بول رہا بلکہ خدا میری زبان سے بول رہا ہے۔ میرے سامنے دینِ اسلام کے خلاف جو شخص بھی اپنی آواز بلند کرے گا اُس کی آواز کو دبا دیا جائے گا، جو شخص میرے مقابلہ میں کھڑا ہوگا وہ ذلیل کیا جائے گا، وہ رُسوا کیا جائے گا، وہ تباہ اور برباد کیا جائے گا مگر خدا بڑی عزت کے ساتھ میرے ذریعہ اسلام کی ترقی اوراس کی تائید کے لئے ایک عظیم الشّان بنیاد قائم کر دے گا۔ میں ایک انسان ہوں مَیں آج بھی مر سکتا ہوں اور کل بھی مَر سکتا ہوں لیکن یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ میں اس مقصد میں ناکام رہوں جس کے لئے خدا نے مجھے کھڑا کیا ہے۔

مَیں ابھی سترہ اٹھارہ سال کا ہی تھا کہ خدا نے مجھے خبر دی کہ اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ ۔اے محمود! میں اپنی ذات کی ہی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یقیناً جو تیرے متبع ہوں گے وہ قیامت تک تیرے منکروں پر غالب رہیں گے۔ یہ خدا کا وعدہ ہے جو اُس نے میرے ساتھ کیا۔ میں ایک انسان ہونے کی حیثیت سے بے شک دو دن بھی زندہ نہ رہوں مگر یہ وعدہ کبھی غلط نہیں ہوسکتا جو خدا نے میرے ساتھ کیا کہ وہ میرے ذریعہ سے اشاعت اسلام کی ایک مستحکم بنیاد قائم کرے گا اور میرے ماننے والے قیامت تک میرے منکرین پر غالب رہیں گے۔ اگر دنیا کسی وقت دیکھ لے کہ اسلام مغلوب ہوگیا، اگر دنیا کسی وقت دیکھ لے کہ میرے ماننے والوں پر میرے انکار کرنے والے غالب آ گئے تو بے شک تم سمجھ لو کہ میں ایک مفتری تھا لیکن اگر یہ خبر سچی نکلی تو تم خود سوچ لو تمہارا کیا انجام ہوگا کہ تم نے خدا کی آواز میری زبان سے سنی اور پھر بھی اُسے قبول نہ کیا۔

(الفضل ۱۸رفروری ۱۹۵۸ء)

۱؎ ال عمران: ۵۴ ۲،۳؎ آل عمران: ۹ ۴؎ البقرۃ: ۲۰۲

۵،۶؎ البقرۃ: ۲۸۷ ۷؎ آل عمران: ۱۴۸ ۸؎ آل عمران: ۱۹۴

۹؎ آل عمران: ۱۹۵ ۱۰؎ البقرۃ: ۱۳۷

۱۱؎ آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۹۶ روحانی خزائن جلد ۵

۱۲؎ تذکرہ صفحہ ۱۰۔ ایڈیشن چہارم

۱۳؎ اشاعة السنة جلد ۱۳ نمبر ۱ ۱۸۹۰ء صفحہ ۴

۱۴؎ **منڈوہ:** تھیٹر، تماشا گاہ، پنڈال

۱۵؎ سٹریٹ سیٹلمنٹس (STRAITS SETTLEMENTS) ملایا میں برطانیہ کی سابق شاہی نو آبادی۔ ۱۸۲۶ء سے ۱۸۵۸ء تک برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی نے پینانگ، ملکا اور سنگاپور کو ایک انتظامی جزو کی حیثیت سے سنبھالے رکھا۔ بعد ازاں قلیل مدت کیلئے انڈیا آفس نے انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ ۱۸۶۷ء میں یہ نو آبادی قائم کی گئی اور ۱۹۴۶ء میں ختم کر دی گئی۔ اب سنگاپور ایک الگ کالونی ہے مگر باقی حصے ملایا کے اتحاد میں شامل ہو گئے۔

(اُردو جامع انسائیکلو پیڈیا جلد ا صفحہ ۱۴۷ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء)

۱۶؎ الفاتحة: ۵ ۱۷؎ الفاتحة: ۷

۱۸، ۱۹؎ ترمذی ابواب تفسیر القرآن۔ باب و من سورة فاتحة الکتاب